رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

جلد ۲ | ۱۴ ا۔ نبوت ۱۳۳۲ ہش ۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ ۔ ۱۴ نومبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۴۲

اسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت!

(از حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ)

خدا تعالیٰ کا یہ ایک بہت بڑا احسان اور اسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات جتنے ظاہر ہیں اور کسی نبی کی زندگی کے حالات اُتنے ظاہر نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس تفصیل کے نتیجہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جتنے اعتراض ہوئے ہیں اتنے اعتراض کسی اور نبی کے وجود پر نہیں ہوئے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان اعتراضوں کے حل ہو جانے کے بعد جس شرح صدر اور جس اخلاص سے ایک انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت کر سکتا ہے۔ اور کسی انسان کی ذات سے اتنی محبت ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جن کی زندگیاں پوشیدہ ہوتی ہیں اُن کی محبت میں رخنہ پڑ جانے کا احتمال ہمیشہ رہتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو ایک کھلی کتاب تھی دشمن کے اعتراضات حل ہونے کے بعد کوئی ایک کونہ نہیں رہتا جس پر نے مڑنے کے بعد آپ کی زندگی کے متعلق ایک نیا زاویہ نگاہ ہمارے سامنے آسکتا ہو۔ نہ کوئی تہ ایسی باقی رہتی ہے جس کے کھولنے کے بعد کسی اور قسم کی حقیقت ہم پر ظاہر ہوتی ہو۔ یہ امر ظاہر ہے کہ ایسے انسان کی زندگی کے حالات قرآن کریم کے دیباچہ میں ضمنی طور پر مختصراً بھی نہیں بیان کئے جا سکتے۔ صرف اُن کی طرف ایک خفیف سا اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ خفیف اشارہ بھی اس سے بہتر رہے گا کہ میں اس مضمون کو ترک ہی کر دوں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے آسمانی کتب تو صحیح معنوں میں لوگوں کے دماغوں میں راسخ کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اُس کے ساتھ اعلیٰ نمونہ بھی ہو۔ اور سب سے اعلیٰ نمونہ وہی ہو سکتا ہے۔ جس پر وہ کتاب نازل ہوئی ہو۔ یہ نقطہ باریک اور فلسفیانہ ہے اور بہت سے مذاہب نے تو اس کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ چنانچہ ہندو مذہب ویدوں کو پیش کرتا ہے۔ مگر ویدوں کے لانے والے رشیوں اور منیوں کی تاریخ کے متعلق بالکل خاموش ہے۔ ہندو مذہب کے علماء اس کی ضرورت کو آج تک بھی نہیں سمجھ سکے۔ اسی طرح عیسائی اور یہودی علماء اور پادری بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے فلاں نبی میں فلاں نقص تھا اور فلاں نبی میں فلاں نقص تھا۔ وہ یہ بات نہیں سمجھ سکتے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کے لئے چُنا۔ جب وہ کلام اُس کی اصلاح نہیں کر سکا تو کسی دوسرے کی اصلاح کیا کرے گا اور اگر وہ شخص ایسا ہی ناقابل اصلاح تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے اُسے چُنا کیوں۔ کیا وجہ ہے کہ کسی اور کو نہیں چُن لیا؟ آخر خدا تعالیٰ کے لئے کیا مجبوری تھی کہ وہ زبور کے لئے داؤد کو چُنتا۔ وہ بنی اسرائیل میں سے کسی اور انسان کا انتخاب کر سکتا تھا۔ پس یہ دونوں باتیں غیر معقول ہیں۔ یہ خیال کر لینا کہ خدا تعالیٰ نے جس پر کلام نازل کیا وہ کلام اُس کی اصلاح نہیں کر سکا یا یہ خیال کر لینا کہ خدا تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو چُن لیا جو ناقابل اصلاح تھا۔ یہ دونوں باتیں عقل کے بالکل خلاف ہیں مگر بہر حال مختلف مذاہب میں اپنے منبع سے دوری کی وجہ سے اس قسم کے غلط خیالات پیدا ہو گئے ہیں۔ یا یوں کہو کہ انسانی دماغ کی ترقی کے کامل نہ ہونے کے سبب سے پرانے زمانہ میں ان چیزوں کی اہمیت کو سمجھا ہی نہیں گیا۔ مگر اسلام میں شروع سے ہی اس امر کی اہمیت سمجھی گئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہ تیرہ چودہ سال کی عمر میں آپ سے بیاہی گئیں اور کوئی سات سال کا عرصہ آپ کی صحبت میں رہیں۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اُن کی عمر ۲۱ سال کی تھی اور وہ پڑھی لکھی بھی نہیں تھیں۔ لیکن باوجود اس کے اُن پر یہ فلسفہ روشن تھا۔ ایک دفعہ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق تو کچھ فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

كَانَ خُلُقُهُ كُلُّهُ الْقُرْآنُ [۱]

یعنی آپ کے اخلاق کا کیا پوچھتے ہو جو کچھ آپ کیا کرتے تھے۔ اُنہی باتوں کا قرآن کریم میں حکم ہے۔ اور قرآن کی لفظی تعلیم آپ کے عمل سے جداگانہ نہیں ہے۔ ہر خُلق جو قرآن کریم میں بیان ہؤا ہے۔ اس پر آپ کا عمل تھا اور ہر عمل جو آپ کرتے تھے اُسی کی قرآن کریم میں تعلیم ہے۔ یہ کیسی لطیف بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اتنے وسیع اور اتنے اعلیٰ تھے کہ ایک نوجوان لڑکی جو تعلیم یافتہ بھی نہیں تھی اُس کی توجہ کو بھی اس حد تک پھرانے میں کامیاب ہو گئے ہندو، یہودی اور مسیحی فلسفی جس امر کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس امر کی حقیقت کو پا گئیں اور ایک چھوٹے سے فقرہ میں آپ نے یہ لطیف نکتہ بیان کر دیا۔ کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک راستباز اور مخلص انسان دنیا کو ایک تعلیم دے اور پھر اُس پر عمل نہ کرے یا خود ایک نیکی پر عمل کرے اور دنیا سے اُسے چھپائے۔ اس لئے تمہیں محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق معلوم کرنے کے لئے کسی تاریخ کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک راستباز اور مخلص انسان تھے جو کہتے تھے وہ کرتے تھے۔ اور جو کرتے تھے وہ کہتے تھے ہم نے اُن کو دیکھا اور قرآن کریم کو سمجھ لیا۔ تم جو بعد میں آئے ہو قرآن پڑھو اور محمد رسول اللہ کو سمجھ لو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (دیباچہ انگریزی ترجمۃ القرآن)

[۱] بخاری و ابو داؤد باب فی صلاۃ اللیل

اخبار احمدیہ

ربوہ۔ ۱۱ نومبر۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ:۔

"حضور کی طبیعت بعارضہ بخار و سر درد علیل ہے"

احباب کرام اپنے مقدس آقا کی صحت کاملہ و درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن مجید اسی جہان میں خدا تعالیٰ کو دیکھنے کا واحد ذریعہ ہے

"اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدانما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہوئے جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں۔ تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے۔ اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدا تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس میں ایک برکت اور قوت جاذبہ ہے۔ جو خدا کے طالب کو ہر دم خدا کی طرف کھینچتی ہے اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا۔ کہ اس پُر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی اور ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رویت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے۔ بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں۔ واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور نہ صرف اسقدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدت الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشی ہو اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

بھائی عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

شذرات

اسلامی کردار کی ضرورت!

گذشتہ دنوں پاکستان دستور ساز اسمبلی نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی پر بحث کرتے ہوئے یہ اصول تسلیم کیا کہ "کوئی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا۔ جو قرآن اور سنت کے خلاف ہو"۔ اس منفی قانون پر بحث کرتے ہوئے معاصر الجمعیۃ اپنے مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:۔

"پاکستان کے جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ اسلامی مملکت ہے اور وہاں کے قوانین کتاب و سنت کے مطابق ہوں انہیں یقیناً قرارداد کی منفی حیثیت کا احساس کر کے بہت مایوسی ہوئی۔ لیکن ان کا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ افراد کی اسلامی تربیت سے پہلے اسٹیٹ اور قانون کو مشرف باسلام کر لینا مسلمانوں کو "حقیقی مسلمان" بنا دینے کے مرادف ہوگا یا قانون اور اسٹیٹ کے افراد سے مسلمانوں کی اسلامی تربیت ہو سکے گی۔

اصل بات یہ ہے کہ قانون عوام کو کچھ نہیں دیتا۔ عوام ہی اپنا کردار قانون کے حوالہ کرتے ہیں۔ برطانیہ کے باشندوں کو قانون سے جمہوریت نہیں ملی۔ بلکہ عوام کا تربیت یافتہ ذہن اور کردار ہی ایسا تھا کہ جب اسے تحریر میں لایا گیا تو اس کی شکل خود بخود جمہوری بن گئی۔ جمہوریت، برطانوی عوام کی نفسیات سے ابھری جسے جمہوریت کا نام دیدیا گیا۔ اس معنے میں برطانوی جمہوریت باہر سے نہیں آئی بلکہ اندر سے نکلی اور عوام نے اسے اپنی ہی چیز سمجھا اور آنکھوں سے لگایا۔ یہی حال اسلامی قوانین اور مسلمانوں کی زندگی کا ہے عہد اول میں ہر مسلمان اپنی ذات میں ایک چلتی پھرتی شریعت تھی۔ اس کے کردار ہی سے شریعت کے تقاضے ابھرے اس لئے اس وقت جو نظام بنا اسے ان ہی کے نظام زندگی کا پرتو کہنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کی اسلامی تربیت ہی کا دوسرا نام اسلامی اسٹیٹ اور اسلامی قانون قرار پایا۔ یعنی وہی بات کہ عہد اول کے مسلمانوں کو اسلامی اسٹیٹ نے کچھ نہیں دیا بلکہ خود مسلمانوں کے اسلامی کردار نے اسٹیٹ میں اسلامی رنگ بھرے۔ اگر پاکستان کے مسلمان بھی اپنے نظام زندگی کو اسلامی بنانا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے اپنا کردار اسلامی بنانا ہوگا۔ اور انفرادی تربیت کے بعد ایسی فضا پیدا کرنی ہوگی جو قدرتی طور پر اسلامی اسٹیٹ کی نیابت کرے گی"۔

پاکستان میں دستور اسلامی کے خواہش مند حضرات کو چاہیئے کہ اس نوٹ کو بار بار پڑھیں اور اپنے بھائی بندوں کو پہلے اسلامی کردار کی تلقین کریں جس کی اس وقت امت مسلمہ کو اشد ضرورت ہے۔

دلچسپ سوال و جواب

لاہور میں فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے ۲۸ر اکتوبر کو جو بیان مولانا اختر علی خاں صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار نے دیا اس کے چند دلچسپ سوال و جواب ملاحظہ ہوں:۔

سوال۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ مشکوٰۃ کی ایک حدیث کے مطابق اب تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہو چکے ہیں؟

جواب۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔

سوال۔ کن نبیوں کا قرآن میں خاص طور پر ذکر آیا ہے؟

جواب۔ اس کا علم علماء کو ہی ہونا چاہیئے

سوال۔ زبور کیا ہے؟

جواب۔ میں نے اس لفظ کو ہی کبھی نہیں سُنا۔ اس کا علم علماء کو ہی ہونا چاہیئے۔

سوال۔ نبی اللہ کون تھا؟

جواب۔ اس کا جواب بھی علماء کو ہی دینا چاہیئے۔

اسی طرح آپ نے کہا کہ اپنے آپ کو مولانا اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اُن کے والد مولانا ظفر علی خاں مولانا کہلاتے ہیں۔

عدالت کے ایک سوال کے جواب میں مولانا نے کہا میں داڑھی اس لئے نہیں رکھتا کیونکہ داڑھی اُس وقت تک رکھنی چاہیئے جب تک کہ بال کالے رہیں اور جب بال سفید ہو جائیں تو داڑھی منڈوا دینی چاہیئے"۔

دیکھا! یہ ہیں سچے مسلمان! فخر رہبر قوم و ملت!!

ایک اور "مولانا"

پندرہ روزہ "ہماری زبان" نے دہلی کے ایک مولانا صاحب کے اخبار پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:۔

"مذہب کے نام کے ساتھ فحاشی اور عریانیت کا جو ہیوپار اردو ادب میں جاری ہے وہ کس قدر شرمناک ہے اس کا اندازہ یوں کیجیئے کہ دہلی کے ایک مولانا صاحب کے اخبار میں جس قسم کے عریاں افسانے شائع ہوتے ہیں ان کا حسب ذیل نمونہ ایک معاصر نے حضرت مولانا کے اخبار میں نقل کیا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد:۔

(اس کے بعد وہ حصہ مضمون درج کیا گیا ہے جسے ہم اپنے اخبار میں درج کرنے کے قابل نہیں سمجھتے۔ صرف "ہماری زبان" کے فاضلانہ تنقیدی فقرات نقل کرتے ہیں۔ جن سے دیئے گئے نمونہ کے مضمون پر کسی حد تک روشنی پڑتی ہے۔ بدرؔ)

جائز نکتہ چینی اور اعتراض کے طور پر بھی ان سطور کا نقل کرنا ذوق سلیم پر کس قدر گراں گذرتا ہے۔ لیکن ان صاحب کو جو جبّا اور عمامہ کے ساتھ اُردو ادب اور اس کے پڑھنے والوں کی رگوں میں زہر کی پچکاریاں لگا رہے ہیں۔ آخر کس طرح شرمایا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ ایسے افسانوں کی وجہ سے اخبار کے پڑھنے والوں میں ضرور کچھ اضافہ ہو جاتا ہوگا لیکن خود مولانا کے دم سے تقدس پر کتنے دھبے لگتے ہیں ——— یہ بھی کبھی انہوں نے سوچا؟"

فاعتبروا یا اولی الابصار

ضروری اعلان

۱۔ نظارت ہذا کی طرف سے ۲۲ر جنوری ۱۹۵۳ء کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب پیغام الصلح کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ اس امتحان میں یہ بھی سہولت دی گئی ہے کہ جو دوست اردو زبان میں پرچہ حل نہیں کر سکتے وہ دوسری زبان میں حل کر سکتے ہیں جس میں وہ اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکتے ہوں۔ اب اس سہولت سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے تمام مردوں عورتوں کو اسمیں شامل ہونا چاہیئے۔ یقینی پریذیڈنٹ صاحبان اور سیکرٹریان تعلیم و تربیت شامل ہونے والے افراد کی فہرست جلد بھجوا دیں۔

۲۔ نظارت ہذا کی طرف سے "ہدایت نامہ تعلیم و تربیت" جماعتوں کو بھجوایا جا رہا ہے احباب اسکی روشنی میں عملی طور پر تعلیم و تربیت کے کاموں میں حصہ لیکر اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور پریذیڈنٹ صاحبان اور سیکرٹریان تعلیم و تربیت اسکی روشنی میں کام کریں۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

افکار و آراء

ہندوستان میں اردو کی مقبولیت

حکومت ہند کے شعبۂ نشر و اشاعت معلومات عامہ کی ایک کتاب بابت ۱۹۵۲ء شائع کی ہے جس کے صفحہ ۲۱۶ پر ان جرائد و رسائل کی تعداد بھی الگ الگ بتائی جو ہندوستان کی مختلف زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔ یوں تو بنگلہ، ہندی، گجراتی، تامل، تلنگو، مرہٹی، اڑیا، کنارای سب ہی زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات نکلتے ہیں۔ لیکن اردو زبان میں شائع ہونے والے اخبارات کی تعداد سب سے زیادہ ہے لہٰذا اس کا نام سرفہرست دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ملک کی تقسیم کے وقت یعنی ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو کس زبان میں کتنے اخبارات نکلتے تھے۔ اور اب ۱۹۵۲ء میں کتنے نکلتے ہیں۔

اردو زبان میں شائع ہونے والے جرائد و رسائل کی تعداد ۱۹۴۷ء کے وسط میں پچہتر تھی جو اب بڑھ کر ایک سو ترسٹھ تک پہنچ گئی ہے۔ برخلاف اس کے ہندی زبان کے اخبارات کی تعداد جو ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء ترپن تھی اب صرف سوا سو ہے۔ بنگلہ میں پہلے پندرہ اخبارات نکلتے تھے اب اٹھارہ نکلتے ہیں۔ گجراتی اور مرہٹی اخبارات کی تعداد علی الترتیب پچیس اور ستائیس سے بڑھ کر بیالیس اور اکتالیس ہو گئی ہے۔ سنسکرت کا کوئی اخبار یا رسالہ نہ پہلے نکلتا تھا اور نہ اب نکلتا ہے۔

غرض کہ ہندوستان میں بولی جانے والی زبانوں میں جو اخبارات شائع ہوتے ہیں ان میں اردو زبان کو اولیت کا شرف حاصل ہے یا اس زبان کی مقبولیت کا ذکر ہے جسے ہمارے صوبہ کی حکومت اپنے خیال میں مردہ سمجھنے لگی ہے اور جس کے متعلق اس کا خیال ہے کہ یہاں کسی زبان کا وجود ہی نہیں ہے جسے اردو کہا جاتا ہے۔

(سرفراز بحوالہ الجمعیۃ ۱۱)

قادیان کا ہفتہ

قادیان ۸ر نومبر ظہور احمد صاحب گجراتی درویش قادیان کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ خدا تعالیٰ اس عزیز کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

۱۱ر نومبر۔ مندرجہ ذیل چھبیس درویشان قادیان کے اہل و عیال شارٹ ویزا پر قادیان پہنچ چکے ہیں:۔

۱۔ چوہدری عبد القدیر صاحب ۲۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی ۳۔ مکرم قریشی عطاء الرحمن صاحب ۴۔ حاجی محمد صاحب ۵۔ فتح محمد صاحب ۶۔ عبد الرحیم صاحب سندھی ۷۔ چوہدری عبد الحمید صاحب ۸۔ حکیم عبد البشیر احمد صاحب ۹۔ منظور احمد صاحب چیمہ ۱۰۔ خدا بخش صاحب سندھی ۱۱۔ مولوی محمد احمد صاحب ۱۲۔ سلطان خان صاحب ۱۳۔ مولوی خلیل احمد صاحب ۱۴۔ چوہدری جان محمد صاحب ۱۵۔ اسرار احمد ابراہیم صاحب ٹیلر ۱۶۔ مولوی بشیر احمد صاحب بانگردی ۱۷۔ چوہدری محمد احمد صاحب ۱۸۔ محمد عبد الوہاب صاحب ماشکی ۱۹۔ خواجہ عبد الستار صاحب ۲۰۔

خطبہ جمعہ

اپنی نمازوں کو اس طرح سنوار کر ادا کرو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہاری تائید میں نشان ظاہر ہونے لگیں

اور

تمہیں خود بھی یہ نظر آنے لگے کہ تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۸ر اگست ۱۹۵۳ء - بمقام کراچی

۲۸ر اگست کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حلقہ مارٹن روڈ کراچی کی زیر تعمیر مسجد احمدیہ میں حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا

سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا اس امر پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے ہماری جماعت کو یہاں

ایک مسجد بنانے کی توفیق

عطا فرمائی ہے۔ خصوصاً جبکہ پہلے بھی جماعت ایک وسیع ہال بنا چکی ہے۔ جس میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ گو وہ ہال کراچی کی ضروریات کے لحاظ سے کافی نہیں۔ بہرحال اب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو یہاں بھی ایک مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آیا سرکاری طور پر اس جگہ پر مسجد بنانے کی اجازت ہے یا نہیں۔ لیکن آج ہی مجھے جماعت کی طرف سے ایک چٹھی ملی تھی کہ اس مسجد کا کوئی نام رکھ دیا جائے

مسجد کا نام

تو مسجد ہی ہے۔ یہی نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ باقی محلوں کے لحاظ سے اور شہروں کے لحاظ سے بعض دفعہ مساجد کے نام بھی رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے اگر اس مسجد کا بھی کوئی نام رکھ لیا جائے۔ تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کا نام مسجد کراچی رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ابھی جماعت نے بڑھنا اور ترقی کرنا ہے۔ اور یہ مسجد اتنی وسیع نہیں کہ سارے کراچی کے احمدی یہاں نماز پڑھ سکیں۔ درحقیقت مسجد کراچی وہی کہلائے گی جس میں کراچی کے تمام موجودہ اور آئندہ آنے والے احمدی سما سکیں پس اس کا کوئی اور نام رکھ لیا جائے۔ جو موجودہ حالات کے لحاظ سے مناسب ہو۔

اس کے بعد میں جماعت کو

اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں

کہ نماز روزہ اور حج اور زکوٰۃ یہ ساری کی ساری عبادات صرف ایک ظاہری شکلیں ہیں۔ جو اپنی ذات میں مقصود نہیں۔ ہم مساجد میں جاتے ہیں ان کا احترام بھی کرتے ہیں۔ اور مساجد کے سامنے باجا بجانے یا شور و غل مچانے پر کشت و خون بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم غور کریں کہ مسجد کیا ہے؟ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک زمین کا ٹکڑا ہوتا ہے جس کا احاطہ کر لیا جاتا ہے۔ اور فیصلہ کیا جاتا ہے۔ کہ لوگ یہاں نمازیں پڑھیں گے۔ گویا

ہمارا اصل مقصد

مسجد نہیں، اصل مقصود نماز باجماعت ادا کرنا ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم مزید غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نماز بھی اپنی ذات میں مقصود نہیں۔ بلکہ وہ بھی کسی اور مقصد کے حصول کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ پس جس غرض کے لئے نماز ادا کی جاتی ہے۔ درحقیقت وہی غرض ہمارا اصل مقصود کہلائے گی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (عنکبوت ع ۵) نماز انسان کو فحش اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ تو یہ سمجھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ تو یہ سمجھے کہ تو اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نماز اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔

نماز کی اصل غرض

یہ ہوتی ہے کہ عملی زندگی میں وہ انسان کو فحشاء و منکر سے روکے۔ گویا اصل مقصود یہ ہوا کہ انسان فحشاء و منکر سے رکے۔ اور روحانی لحاظ سے نماز کی غرض یہ ہے۔ کہ انسان خدا تعالیٰ کے سامنے آجائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اب یہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تو یہ سمجھے کہ تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تجھے یہ مقام حاصل نہیں۔ تو تو یہ سمجھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کے متعلق

یہ سوال پیدا ہوتا ہے

کہ خدا تو ہر انسان کو ہر حالت میں دیکھ رہا ہے۔ کیا اسلام کے رو سے یہ کہنا جائز ہوگا۔ کہ خدا فلاں کو دیکھ رہا ہے۔ اور فلاں کو نہیں دیکھ رہا۔ یا خدا عیسائیوں کو نہیں دیکھ رہا۔ ہندوؤں کو نہیں دیکھ رہا۔ سکھوں کو نہیں دیکھ رہا۔ لیکن مسلمانوں کو دیکھ رہا ہے۔ یا زید نماز نہ پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ نہیں دیکھ رہا۔ اور زید نماز پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا تبھی خدا اسے دیکھتا تو کئی لوگ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتے اور سمجھتے کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ خدا ہمیں دیکھے گا۔ جیسے بچے بعض دفعہ غلطیاں کر بیٹھتے ہیں تو ماں باپ کے سامنے آنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور وہ ڈرتے ہیں۔ کہیں ماں باپ انہیں دیکھ نہ لیں۔ اسی طرح اگر نماز نہ پڑھنے والے کو خدا نہ دیکھتا تو کمزور لوگ کبھی خدا کے قریب بھی نہ جاتے۔ وہ سمجھتے کہ نہ ہم نمازیں پڑھیں گے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھے گا۔ پس جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ

نماز کا ادنیٰ مقام

یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ تو اس کے یہ معنے تو نہیں ہوسکتے کہ انسان یہ سمجھے کہ خدا نماز پڑھنے والے کو تو دیکھتا ہے۔ اور جو نماز نہیں پڑھتا اسے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اس صورت میں کمزور لوگ نماز نہ پڑھنے کو اپنے لئے زیادہ برکت کا موجب سمجھتے اور وہ خیال کرتے کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ ہمیں خدا دیکھے گا۔ پھر

ایک اور معنے

بھی اس کے لئے جاسکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ فی الواقعہ تو خدا انسان کو نہیں دیکھ رہا۔ لیکن تم یہ سمجھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ معنے لئے جائیں تو یہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ اگر خدا ہمیں نہیں دیکھ رہا۔ اور ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے۔ تو ہم اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہیں اور ایک جھوٹا تصور اپنے ذہن میں پیدا کرتے ہیں۔ پس یہ دونوں معنے نہیں لئے جاسکتے نہ یہ معنے لئے جاسکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو عام طور پر نہیں دیکھتا۔ لیکن جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں دیکھتا ہے اور نہ یہ معنے لئے جاسکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو حقیقتاً نہیں دیکھ رہا۔ لیکن ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب یہ دونوں معنے غلط ہیں تو لازماً ہمیں

اسکے کوئی اور معنے

لینے پڑیں گے جو قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہوں اور وہ معنے یہی ہیں کہ اسجگہ سمجھ لو کے معنے یقین کر لینے کے ہیں۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم سمجھ لو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ تمہیں یقینی طور پر اس بات کو محسوس کرنا چاہیئے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے اور یقینی علم اور محض خیال اور وہم میں

زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک آدمی صرف خیال کرتا ہے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ اور ایک آدمی اس یقین کامل پر قائم ہوتا ہے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ بظاہر دونوں یہی سمجھتے ہیں کہ خدا انہیں دیکھ رہا ہے۔ لیکن ایک کا تصور محض وہم پر مبنی ہوتا ہے۔ جو جھوٹ بھی ہو سکتا ہے اور دوسرا

یقین کی مضبوط بنیادوں پر

قائم ہوتا ہے۔ ایک کو بڑی آسانی کے ساتھ متزلزل کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرا شخص جو اپنے اندر کامل یقین پیدا کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہیں کر سکتی۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں۔ کہ گو فی الواقعہ تو نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ مگر تم

نماز پڑھتے وقت

یہ تصور کر لیا کرو۔ کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ نماز کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اس یقین کامل پر قائم ہو جائے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ یہاں دیکھنے کے عام معنے تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ کافر کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اور مومن کو بھی دیکھ رہا ہے۔ عیسائی کو بھی دیکھ رہا ہے اور ہندو کو بھی دیکھ رہا ہے۔ نماز پڑھنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے اور نماز نہ پڑھنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ایسی صورت میں ایک نماز پڑھنے والا بھی اگر یہ سمجھ لیتا ہے کہ

خدا اسے دیکھ رہا ہے

تو اس میں اسے کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا جس طرح اسے دیکھ رہا ہے۔ اس طرح ایک کافر اور منافق کو بھی دیکھ رہا ہے خصوصیت اسے تبھی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب دیکھنے کے لئے بعض اور معنے لئے جائیں۔ اور وہ معنے حفاظت اور مدد کرنے کے لئے اس کی طرف متوجہ ہونے کے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے کہ فانک باعیننا وسبح بحمد ربک حین تقوم (پ ۲۷ سورہ طور ع ۲) یس تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور چاہیئے کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو۔ تو ہماری تسبیح کیا کر۔ اب آنکھوں کے سامنے ہونے کا یہ مطلب تو نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن خدا تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے نہیں تھا۔ بلکہ

اس کا مطلب یہی ہے

کہ تو ایسے مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اب ہم تیرا خاص خیال رکھتے ہیں۔ کوئی تجھ کو چھیڑ نہیں سکتا۔ کوئی تجھ پر حملہ نہیں کر سکتا۔ کوئی تمہیں ذلیل اور رسوا نہیں کر سکتا۔ جیسے حفاظت کے لئے اگر کسی کی ڈیوٹی

مقرر ہو۔ تو وہ حملہ آور کو دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح ہمارا تیرے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو چکا ہے۔ کہ اب ہم تجھ پر حملہ ہوتے دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتے۔ دنیا میں بھی انسان جب کسی معاملہ میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ تو آنکھیں پھیر لیتا ہے اور جب دخل دینا چاہتا ہے۔ تو کہتا ہے "میں دیکھ رہا ہوں"۔ بہر حال جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ نماز کا

یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے تو اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ اسے یہ یقین کامل حاصل ہونا چاہیئے۔ کہ میری نماز اتنی درست ہے کہ اب میرے ساتھ کوئی شخص ایسا سلوک نہیں کر سکتا جسے خدا نظر انداز کر دے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ انی معین من اراد اعانتک وانی مھین من اراد اھانتک کہ جو شخص میری مدد کا ارادہ کرے گا۔ میں اسکی مدد کروں گا۔ اور جو شخص تیری اہانت کا ارادہ کرے گا۔ میں اس کی اہانت کروں گا۔ گویا اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی اور بدی دونوں کا ردِ عمل ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے بندے سے نیکی کرنے والے کی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اور نہ اپنے بندے کے ساتھ برائی کرنے والے کی برائی کو نظر انداز کرتا ہے۔ اگر کوئی اس سے نیکی کرتا ہے۔ تو وہ اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کے ساتھ بدی کرتا ہے تو وہ اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر مومن کو حاصل ہونا چاہیئے اس کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نماز کے اعلیٰ درجہ کی طرف

مومنوں کو توجہ دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اصل مقام یہ ہے۔ کہ تو نماز پڑھتے وقت یہ سمجھے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ یہاں بھی کانک تراہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اب اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ تو فرض کرلے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ یہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ اول تو جو چیز ہے ہی نہیں۔ اس کے متعلق کسی نے سمجھنا ہی کیا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کمزور دل ہو۔ جو اپنے دل پر بار بار یہ اثر ڈالنے کی کوشش کرے کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ تو اس کا فائدہ کیا ہو سکتا ہے۔ پس کانک تراہ کے یہ معنے تو نہیں ہو سکتے۔ کہ تو یہ فرض کرے کہ تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ درحقیقت اس کے معنے یہ ہیں کہ پہلا مقام حاصل ہو جانے کے

بعد مومن ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعمال کی حقیقت اس پر واضح ہو جاتی ہے اور وہ

خدا تعالیٰ کے سلوک اور اسکے نشانات

کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم زمین و آسمان میں اپنے کتنے نشانات ظاہر کرتے ہیں۔ مگر لوگ ان نشانات پر سے آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہیں۔ وھم عنھا معرضون (یوسف ع ۱۲) اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس کیفیت کے بالکل الٹ ایک مومن کو جب اعلیٰ درجہ کا روحانی مقام حاصل ہوتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کا ہر نشان محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور اس کا ہر سلوک اسے اپنی آنکھوں سے نظر آنے لگتا ہے۔ گویا پہلا مقام تو یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نیکی کرنے والے کی نیکی کو نظر انداز نہیں کرتا اور بدی کرنے والے کی بدی کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اور وہ

اپنے بندے کا نگہبان

ہو جاتا ہے۔ مگر یہ مقام ابھی ناقص تھا۔ کیونکہ اگر خدا تو کسی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ لیکن بندہ کو وہ سلوک نظر نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کا ردِ عمل مکمل نہیں ہوگا۔ قرآن کریم میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم بعض لوگوں کو اپنے خاص فضل سے ترقی دیتے ہیں۔ مگر جب انہیں ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ انما اوتیتہ علیٰ علم (زمر ع ۵) ہم نے اپنے زور سے یہ ترقی حاصل کی ہے ہم بڑے لائق تھے۔ ہم بڑے قابل تھے۔ ہم نے جد و جہد کی۔ اور یہ ترقی حاصل کر لی۔ گویا خدا تعالیٰ تو ان پر احسان کرتا ہے۔ مگر وہ اس احسان کو دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ پس پہلا درجہ تو یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے سے نیک سلوک کرتا ہے۔ اور بد سلوک کرنے والے سے بد سلوک کرتا ہے۔ لیکن اگر اس نے خدا تعالیٰ کے اس سلوک کو نہیں دیکھا۔ تو خدا تو اس کے ساتھ یہ سلوک کر دے گا۔ لیکن اس کے مقابل میں خود اس کے اندر جو ردِ عمل پیدا ہونا چاہیئے تھا۔ وہ پیدا نہیں ہوگا۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے۔ کہ جب وہ کسی کے سلوک کو پہچانتا نہیں تو اس کے متعلق بد ظنی سے کام لینے لگ جاتا ہے۔ تاریخوں میں

برمکہ کے زمانہ کا واقعہ

آتا ہے کہ ایک شخص جو ایک برمکی وزیر کا دوست تھا اور ان دونوں کے آپس میں گہرے تعلقات تھے۔ اسے بعض قرضوں کی ادائیگی اور دوسری ضروریات کے لئے کچھ روپیہ کی ضرورت پیش آگئی۔ وہ اپنے دوست کے پاس گیا۔ اور اس کے سامنے اس نے اپنی ضرورت پیش کی مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی اور وہ سخت مایوس اور بد دل ہو کر واپس چلا گیا۔ اور اس

نے سمجھا۔ کہ یہ بڑے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ظاہر میں اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر وقت آنے پر منہ پھیر لیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی۔ کہ اس برمکی وزیر نے جب اپنے دوست کو اس حالت میں دیکھا۔ تو اس نے فوری طور پر اس کو مدد دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اسے خیال آیا۔ کہ اگر میں لوگوں کے سامنے اسے کچھ دوں گا تو یہ شرمندہ ہوگا کہ میں آج اس حالت کو پہنچ چکا ہوں کہ مجھے

اپنی ضروریات کے لئے

مانگنا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ اس وقت خاموش رہا۔ اور اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وزیر کے آدمی روپیہ لئے کھڑے ہیں انہوں نے بتایا۔ کہ اتنا روپیہ آپ کے قرضہ کے لئے بھجوایا گیا ہے۔ اور اتنا روپیہ آپ کے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے دیا گیا ہے۔ اب دیکھو جب تک اس پر حقیقت ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس کے دل میں نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے۔ کہ یہ شخص مجھ سے اتنے تعلق کا اظہار کرتا تھا مگر وقت آنے پر بالکل بے وفا ثابت ہوا۔ مگر جب اس پر حقیقت کھلی، تو یقیناً اس کے دل میں شرمندگی پیدا ہوئی ہوگی۔ کہ میں نے بلاوجہ اس پر بدظنی کی۔ تو اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے نیک سلوک کرے اور اسے پتہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ سلوک کر رہا ہے تو اس کے دل میں

اللہ تعالیٰ کی محبت

پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن جب اسے نظر آجائے۔ کہ میرے ساتھ حسن سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ حسن سلوک کرتا ہے۔ اور میرے ساتھ برا سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ برا سلوک کرتا ہے اور اسے دکھائی دینے لگے۔ کہ اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ تو اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے اور اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اتنی ترقی کر جاتی ہے کہ کوئی چیز اس کی اس محبت کو کاٹ نہیں سکتی اور وہ اس کے قرب میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس

نماز کا اعلیٰ مقام

یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو۔ تو اسے یقین کامل ہو۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ جیسے ہندو کہتے ہیں۔ کہ انسان عبادت کے وقت یہ سوچنا شروع کرے۔ کہ ایک بت جو اس کے سامنے ہے۔ وہ خدا ہے۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی سوچنا شروع کر دے۔ کیونکہ اسلام وہم نہیں سکھاتا اسلام کوئی جھوٹا تصور انسانی ذہن میں پیدا نہیں کرتا۔ اسلام یہ سکھاتا ہے۔ کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو۔ تو تمہیں اس امر کی کامل معرفت حاصل ہو کہ تم سے نیک سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ نیک سلوک کرتا ہے اور تم سے برا سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ برا سلوک کرتا ہے۔ اگر تم کو بھی یہ نظر آجائے

اور تم کو بھی یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ جس نے تمہارے ساتھ نیک سلوک کیا تھا۔ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے نیک سلوک کیا۔ اور جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے برا سلوک کیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری محبت الٰہی کامل ہو جائے گی۔ اور تمہاری نماز اپنی ذات میں مکمل ہو جائے گی۔

غرض

اسلام واہمہ کی تعلیم نہیں دیتا

اسلام ہمیں یقین اور معرفت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی نمازوں کو اس طرح سنوار کر ادا کریں۔ اور انہیں اعلیٰ اور اعلیٰ درجہ کا بنائیں کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ ہم سے اتنا تعلق رکھے کہ ہمارے ساتھ حسن سلوک کرنے والے سے وہ حسن سلوک کرے۔ اور ہمارے ساتھ برا سلوک کرنے والے سے وہ برا سلوک کرے۔ اور دوسری طرف ہماری اپنی آنکھیں اتنی ۔۔۔ روشن ہوں اور ہمارے دل میں اتنا نور بھرا ہو۔ کہ ہم کو خود بھی نظر آ جائے۔ کہ خدا تعالیٰ ہماری تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ مقام کسی شخص کو حاصل ہو جائے۔ تو وہ ہر قسم کے شکوک شبہات سے بالا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے روشن نشانات اس کی تائید میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور وہ اس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ خدا اسے ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نشانات کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ حسن سلوک اور انعامات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔ اور وہ اس یقین پر مضبوطی سے قائم ہوتا ہے کہ دنیا اسے چھوڑ دے مگر

خدا اسے نہیں چھوڑے گا

نادان اس کو نہیں سمجھ سکتا مگر وہ جس نے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ وہ ایسی مضبوط چٹان پر قائم ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے عزم کو متزلزل نہیں کر سکتی۔ پچھلے دنوں جب فسادات ہوئے۔ تو مجھے جماعت سے خطاب کرنا پڑا اور میں نے کہا کہ کیا تم نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا ہو۔ پھر کیا وہ مجھے اب چھوڑ دے گا۔ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا بلکہ وہ تو میری مدد کے لئے دوڑا آ رہا ہے۔ میرے اس اعلان سے گورنمنٹ نے سمجھا کہ فساد ہو جائے گا۔ اور اس نے

سیفٹی ایکٹ کے ماتحت

میری زبان بندی کر دی۔ مگر واقعہ یہی تھا کہ خدا میری طرف دوڑا چلا آ رہا تھا۔ اور جب مجھے دکھائی دے رہا تھا کہ خدا میری طرف آ رہا ہے۔ تو میں اس کو کس طرح چھپا سکتا تھا۔ اور سیفٹی ایکٹ خدا تعالیٰ کی تائید سے ہمیں کس طرح محروم کر سکتا تھا وہ شخص جس نے خدا تعالیٰ کی تائیدات کو نہیں دیکھا۔ وہ اگر انکار کرتا ہے تو اپنی نابینائی کی وجہ سے کرتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس نے الٰہی نشانات کو بارش کی طرح برستا دیکھا ہو۔ اور اس کی محبت کا مشاہدہ کیا ہو۔ اسے یہ کہنا کہ تم نے ایسا کیوں کہا ہے۔ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے اس وقت میرے سامنے ہزاروں آدمی بیٹھے ہیں اور میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن گورنمنٹ کی طرف سے کہا جائے۔ کہ تم کہو کہ میں ان آدمیوں کو نہیں دیکھ رہا۔ بھلا

اس سے زیادہ حماقت

کی اور کیا بات ہوگی۔ میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور گورنمنٹ کہے کہ تم یوں کہتے ہو۔ کہ میں خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب وہ مجھے نظر آ رہا ہے۔ تو میں یہی کہوں گا کہ وہ مجھے نظر آ رہا ہے۔ اور جب مجھے دکھائی دے کہ وہ میری تائید کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ تو میں یہی کہوں گا کہ وہ میری تائید کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ اس پر اگر سیفٹی ایکٹ کے ماتحت مجھے نوٹس بھی دے دیا جائے۔ تب بھی میں کہ یہ محض ایک عارضی چیز ہے۔ جب میرا خدا میری مدد کے لئے آئے گا تو سیفٹی ایکٹ آپ ہی آپ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل سیفٹی خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ بلکہ

حقیقت تو یہ ہے

کہ سیفٹی ایکٹ بنانے والے خود ہمارے خدا سے محفوظ نہیں ہیں۔ اور وہ اس کے ایک اشارہ پر ختم ہو سکتے ہیں۔ پھر ہمیں خوف کس بات کا ہو سکتا ہے۔ ایک بچہ جسے بھوک لگی ہوئی ہو۔ وہ بے شک بھوک کی وجہ سے رونے لگ جائے گا۔ لیکن اگر باورچی خانہ میں اس کی ماں پھلکے پکا رہی ہو۔ یا سنڈیا تیار کر رہی ہو۔ تو دیکھنے والا یہ کبھی نہیں کہہ سکے گا۔ کہ وہ کچھ نہیں کر رہی۔ اس طرح جب ہمیں نظر آ رہا ہو۔ کہ خدا ہماری تائید کے لئے دوڑا چلا آ رہا ہے۔ جب ہمیں نظر آ رہا ہو۔ کہ خدا ہمارے دشمنوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب ہمیں نظر آ رہا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے حق میں ہے۔ تو خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اقرار کرے یا انکار کرے۔ اچھا سمجھے یا برا منائے۔ ہوگا وہی جس کا خدا نے ارادہ کیا ہے۔ پس نماز کے متعلق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم نماز کو اس واسطے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ مقام تمہیں حاصل نہیں تو تمہیں کم از کم یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس میں کسی وہم کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ بتایا گیا ہے کہ مومن اپنی نماز میں خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے والی بنانی چاہئیں اور ایسے رنگ میں ادا کرنی چاہئیں کہ خدا تعالیٰ کا اس سے اس قسم کا تعلق ہو جائے۔ کہ خدا اس کے لئے نشان دکھانے لگ جائے۔ اور وہ بھی سمجھ جائے کہ خدا اس کی تائید کے لئے نشان دکھا رہا ہے۔ جب یہ مقام کسی شخص کو حاصل ہو جاتا ہے تو دنیا کی بڑی سے بڑی مخالفت بھی اسے مرعوب نہیں کر سکتی وہ ایک معنیٰ ط چٹان کی طرح دشمنوں کے نرغہ میں کھڑا رہتا ہے۔ اور سلامتی کے ساتھ ان کی جلائی ہوئی آگ میں سے نکل آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جن دنوں گورداسپور میں

کرم دین نے مقدمہ

کیا ہوا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور انہوں نے کہا کہ آریوں نے مجسٹریٹ پر زور دے کر اس سے وعدہ لیا ہے۔ کہ وہ حضور کو ضرور سزا دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ سنا تو آپؑ نے فرمایا۔ خواجہ صاحب آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ کس میں طاقت ہے کہ وہ

خدا تعالیٰ کے شیر پر ہاتھ ڈال سکے

اب خواجہ صاحب کو تو نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی دے رہا تھا۔ کہ خدا آپؑ کی تائید میں کھڑا ہے اس لئے دشمن آپؑ کو سزا دلانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پھر وہی مجسٹریٹ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سزا دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اسے خدا نے اس قدر آفات اور مصائب میں مبتلا کیا کہ میں ایک دفعہ دلی سے آ رہا تھا۔ کہ لدھیانہ سٹیشن پر وہ خود چل کر میرے پاس آیا۔ اور اس نے کہا کہ میں جو کچھ غلطی کر چکا ہوں اس کی سزائیں مجھے اب تک مل رہی ہیں آپ خدا کے لئے میرا قصور معاف ہونے کے لئے دعا کریں۔ میں سخت نادم اور پشیمان ہوں۔

غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مومن

عبادت کرتے وقت

یہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کو ایک بت سمجھتا ہے اور اس کا تصور اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اسے اپنی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ خدا اس کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کر رہا ہے۔ خدا اس کی تائید کرنے والوں کی تائید کرتا ہے۔ خدا اس کی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا اس کے دشمنوں کو ہلاک کرتا اور اس کے دوستوں کو ترقی دیتا ہے۔ اور یہی مقام ہے جو ہر مومن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز مراد نہیں کہ تم نماز میں خدا تعالیٰ کی تصویر بنانے کی کوشش کرو اور اس کا جھوٹا تصور اپنے ذہن میں لاؤ۔ اسلام مومن کے دل میں کوئی جھوٹا تصور پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ عملاً اُسے ایسے مقام پر پہنچاتا ہے۔ کہ صفاتِ الٰہیہ کا ظہور اس کے لئے شروع ہو جاتا ہے۔ اور خدا اس کے لئے

زمین و آسمان میں بڑے بڑے نشانات

دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ اور خود اسے بھی وہ روحانی آنکھیں میسر آ جاتی ہیں۔ جن سے وہ خدا تعالیٰ کے چمکتے ہوئے ہاتھ کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور جب یہ مقام کسی مومن کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر دنیا اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ ساری دنیا بھی اگر اس کے خلاف کوشش کرے تو وہ ناکام رہتی ہے۔ کیونکہ خدا اس کی پشت پر ہوتا ہے۔ اور

جس کی تائید میں خدا ہو

دنیا اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی

(المصلح کراچی مورخہ ۲۶/افاء ۱۳۴۲ھش)

درخواست دعا

میرے والد بزرگوار کے گذر جانے کے بعد بعض اندرونی و بیرونی پریشانیوں کے باعث سخت پریشان ہوں۔ کاروباری میدان میں بھی متعدد رکاوٹوں کا اندیشہ ہے۔ تمام احباب سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔ خدا تعالیٰ سب رکاوٹوں کو دور کر کے اطمینانِ قلب عطا فرمائے۔

(خاکسار محمد معین الدین چنت کنٹہ دکن)

اردو زبان میں تازہ شائع شدہ لٹریچر

۱۔ خاتم النبیین کی تشریح۔ شواہد قرآنیہ۔ اقوال بزرگان اور محاورات عربی سے کی گئی ہے۔ جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنے جماعت احمدیہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ وہی درست ہیں۔ دوران مطالعہ حضورؐ کی شان بہت ہی بلند ہوتی ہے۔

۲۔ حکومتِ وقت اور جماعت احمدیہ
حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے خلفاء کے حوالہ جات کا مجموعہ۔ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ ہر جگہ حکومتِ وقت کی فرمانبرداری کا عقیدہ رکھتی ہے۔

۳۔ اسلام کا پُر امید اور روشن مستقبل۔
(اقتباس از تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ) جو مسلمانوں کو ناامیدی سے بچاتا ہے اور ان کے لئے روشن مستقبل کی امید دلاتا ہے۔

(نظارت دعوت و تبلیغ قادیان)

سٹرائیک اور عدم تعاون وغیرہ تحریکات

اور

قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیم

(۲)

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

مضمون کے پہلے حصہ میں سٹرائیک اور عدم تعاون کی تحریکات کو ملک و قوم کے لئے عقلی طور نقصان دہ ثابت کرتے ہوئے ضمناً اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اسلام کی امن بخش تعلیم اس کے منافی ہے۔ اب قبل اس کے کہ اس امر کو نصوص قرآنیہ سے ثابت کیا جائے اس بات کا بیان کر دینا ضروری ہے کہ حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نہ صرف نبی کی تھی بلکہ حضورؐ ایک بادشاہ بھی تھے۔ خدا تعالیٰ کے ازلی قانون میں یہ مقدر ہو چکا تھا کہ جس طرح شریعت کے پہلو سے آپ میں درجہ کمال پایا گیا اسی طرح بادشاہت کا درجہ بھی حضور کو بوجہ اتم ملا۔ اگرچہ حضورؐ نے باوجود تمام فرائض بادشاہی ادا کرنے کے کبھی اپنے تئیں بادشاہ کہلانا پسند نہ فرمایا۔ بلکہ اپنے روحانی منصب کو زیادہ محبوب رکھا) چنانچہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دوہری شان کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے نہایت جامع طور پر بایں الفاظ بیان فرمایا:۔

"اہل کتاب اور مشرکین عرب نہایت درجہ بدچلن ہو چکے تھے اور بدی کرتے سمجھتے تھے کہ ہم نے نیکی کا کام کیا ہے۔ اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے اور امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھ میں عنان حکومت دے کر ان کے ہاتھ

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سے غریبوں کو بچانا چاہا اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں تھے اس لئے ہر ایک فرقہ نہایت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا اور چونکہ ان کے لئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا۔ اس لئے لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے۔ پس خدا نے اس ملک پر رحم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملک کے لئے نہ صرف رسول کر کے بھیجا بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا۔ اور قرآن شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جس میں دیوانی۔ فوجداری۔ مالی سب ہدایتیں ہیں۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ کے تمام فرقوں کے حاکم تھے اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپ سے فیصلہ کراتے تھے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

پھر صرف یہ نہیں کہ حضورؐ کو یہ دوہری شان حضور کی زندگی کے ساتھ ہی قائم رہی بلکہ حضور کی وفات کے بعد بھی یہ ابدالآباد قائم و دائم ہے۔ وجہ یہ کہ حضور کو جو شریعت دی گئی وہ تاقیامت ہے اس لئے جس طرح شریعت محمدیہ کے اصول غیر متبدل ہیں اسی طرح اس شریعت میں بیان کردہ قوانین کو حکومت بھی ویسے ہی محکم و غیر متبدل ہیں جنہیں حضور نے دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے پیش کیا۔

خلاصہ یہ کہ جب ہم مذہبی یا سیاسی امور میں حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم سے روشنی حاصل کرنا چاہیں تو حضور کی اس دوہری شان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اب آپ قرآن مجید کی حسب ذیل واضح آیات پر غور فرمائیں۔ جہاں اسلامی نظام کے اصول و قواعد پر خاص روشنی ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون ۔ فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم (الحجرات ع)

یعنی یاد رکھو کہ تم میں اللہ کا فرستادہ موجود ہے۔ وہ خدا کے حکم سے وہی کرتا ہے جس میں تمہارے لئے سراسر بھلائی ہے ورنہ تم خود ہی دیکھ لو کہ اگر تمہاری سبھی اکثر باتوں کو بلا لحاظ مصلحت وخوبی مانتا چلا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ خود تمہیں تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ مگر یاد رکھو کہ خدا تو تم سے یہی چاہتا ہے کہ تم اور تمہارے دلوں کو زیور ایمان سے آراستہ کرے اسی لئے اس نے کفر، بدعہدی اور نافرمانی کو تمہارے متعلق سخت ناپسند کیا ہے۔ پس اگر تم ان خرابیوں سے بچے رہے تو یاد رکھو کہ ایسے لوگ ہی رشد و ہدایت پر قدم مارنے والے ہیں۔ اور اس امر کی توفیق محض خدا کے فضل اور اس کی عطا کردہ نعمت کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ پس انسان کو سوچ سمجھ کر موقعہ محل کے مطابق قدم اٹھانا چاہیئے اس لئے کہ اس کا خدا بھی علیم و حکیم ہے اور اسے اپنے خدا کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اپنے عمل سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ میں دنیا میں بنی نوع کے لئے مفید وجود بن کر آیا ہوں۔

ان آیات قرآنیہ میں نہایت لطیف اور عمدہ پیرایہ میں حاکم و محکوم کے فرائض کو بیان کیا گیا ہے۔ جہاں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ حاکم وقت کو اپنے ماتحتوں کا ہر طرح سے خیال رکھنا ضروری ہے وہاں ان کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ دیکھو بااوقات تمہاری اپنی کوتاہ نظری کے باعث تمہارے بعض مطالبات مسترد کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر تم اپنے حکام کے بارہ میں بس یہی نظریہ رکھو کہ سو فی صدی تمہاری باتوں کو مان لیا جائے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ خود تمہاری ہی اذیت و تکلیف کے رنگ میں ظاہر ہو سکتا ہے

گویا اس آیت کریمہ میں جہاں رسول اللہ کا لفظ اپنے روحانی بلند مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ وہاں وہ دنیوی حکام کے لئے بھی ایک اصولی ہدایت کی راہنمائی کرتا ہے۔ کہ ہر موقعہ محل کے مناسب فیصلہ کرنا حکام کا کام ہے تا ان کے احکام ملک و قوم کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔

پھر اس بات کو نسبتاً زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا کہ رسول آبادی ملک کے امن کو برقرار رکھنے اور اسے بام عروج تک لے جانے میں زیادہ دخل رکھتی ہے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اپنے ملک میں قائم شدہ حکومت کی دل و جان سے فرمانبرداری کریں اور ہر ایسے امر سے کنارہ کش رہیں جو اطاعت کی رسی کو ہلاکت دینے والی اور افراد میں نافرمانی کی روح پیدا کرنے والا ہو۔

چنانچہ اس مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے قرآن نے تین لفظ منتخب فرمائے ہیں اول **کفر**۔ دوم **فسوق** سوم **عصیان** سو تینوں کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ سہ حالات غیر پسندیدہ ہیں گویا کرہ الیکم الکفر کہہ کر بتلایا کہ جب کسی ملک میں کوئی حکومت قائم ہو جائے کسی ادارہ کے چند ممبر ہو جائیں تو ان کے احکام سے سرتابی کرنا اور ان کے بارہ میں خلاف ... کے منصوبے بنانا صحیح اسلامی روح کے منافی ہیں۔ اور الفسوق سے مراد دراصل حلف وفاداری اٹھا لینے کے بعد یا کسی ادارہ میں اپنے تئیں داخل کر لینے کے بعد درپردہ اس عہد و پیمان کی بے حرمتی ایک منافقانہ چال ہے جسے سخت کراہت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

تیسرے نمبر پر عصیان کا لفظ ہے جو کفر اور فسوق کے مقابل پر آ کر اپنے معنے دیتا ہے جس کا مطلب یہ کہ حکام کی ظاہری اطاعت قبول کر لینا اور ان کے احکام کو مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے معاملہ میں قوانین کی معصیت سے بچتے رہنا ضروری ہے۔

الغرض یہ وہ سنہری اصول ہیں جو حاکم، محکوم ... دونوں گروہوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں جو انہیں اپناتا ہے۔ خواہ کسی گروہ میں شامل ہو وہ یقیناً فائدہ اٹھاتا ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کو چھوڑتا ہے وہ خود اس کے نتائج دیکھ لیتا ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ اطاعت و فرمانبرداری کی تعلیم نہایت ہی واضح طور پر ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:۔

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا (نساء ع۸)

اس آیت میں جہاں اللہ اور اس کے رسول اور حکام وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کا واضح حکم دیا گیا ہے۔ وہاں اس امر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ بسا اوقات حاکم و محکوم کے باہم اختلافات تنازعہ کی صورت اختیار کر جاتے ہیں ایسے مواقع پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ نمونہ کو مشعل راہ بناؤ اور درحقیقت یہ لطیف اشارہ ہے سورۃ حجرات کی بیان کردہ ہدایتوں کی طرف کہ تمہیں اپنے جائز حقوق کو قانون کی حدود میں رہ کر ہی حاصل کرنا ہے اور کسی ایسے طریق کو اختیار نہیں کرنا جو ان کو کفر اور فسوق اور عصیان کے ... قریب ...

الغرض سورۃ نساء اور سورۃ حجرات کی مذکورہ بالا آیات کو باہمی ملانے کے ساتھ قرآن کریم کی اس پاکیزہ تعلیم کا مفصل علم ہوتا ہے جو ملک میں خلاف امن تحریکات کے فرو کرنے اور افراد ملک کو باہم مل ... زندگی گزارنے کی تلقین ...

بہر حال ... یہ اس پاکیزہ تعلیم سے دور ... وہ وقت ... جب یہ بھولی دنیا مچھلی کی طرح پتھر پر پٹ کر واپس لوٹے گی اور اسے قرآنی اصولوں کو اپنانا پڑیگا۔ جس طرح مغربی ممالک ... اسلام تحریکات ... بلا اپنے بد ... کو محسوس کیا وقت آنے پر اس کو بھی یقیناً محسوس کرے گی۔ لیکن مبارک ہے وہ شخص جو سنجیدگی سے ان پر غور کرتا اور واقعی امن وسلامتی کی راہ کو اختیار کرتا ہے

اچھی مائیں

تربیتِ اولاد کے دس سنہری گر

از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی ربوہ

(۲)

تین سب سے بڑے گناہ دین کی بنیاد کو اوپر کی تعلیم کے ذریعہ پختہ کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی ہدایت فرماتے ہیں۔ جس کی تہہ میں گویا اصلاحِ نفس کے تمام فلسفہ کی کنجی ہے۔ فرماتے ہیں۔

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا۔ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَجَلَسَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ۔

"یعنی کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں پر مطلع نہ کروں؟ اور آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ آپ ضرور ہمیں مطلع فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر سنو کہ سب سے بڑا گناہ خدا کا شریک کرنا ہے اور اس کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی خدمت سے غفلت برتنا ہے۔ اور پھر اور یہ کہتے ہوئے آپؐ تکیہ کا سہارا چھوڑ کر اٹھ بیٹھے اور جوش کے ساتھ فرمایا کہ پھر جھوٹ بولنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور آپؐ نے یہ الفاظ اتنی دفعہ دہرائے کہ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے آپؐ کی تکلیف کا خیال کر کے دل میں کہا کاش اب آپؐ خاموش ہو جائیں اور زیادہ تکلیف نہ فرمائیں۔"

ظاہری اور باطنی شرک یہ لطیف حدیث تین ایسی اصولی ہدایتوں پر مشتمل ہے جو بچوں کی تربیت میں عظیم الشان اثر رکھتی ہیں پہلی بات شرک ہے یعنی خدا کی ذات یا صفات میں اس کا شریک یا برابر ٹھہرانا۔ خوش قسمتی سے اس زمانہ میں بتوں اور دیوتاؤں کے سامنے سر جھکانے والا شرک تو اسلامی توحید کے اثر کے ماتحت دنیا سے آہستہ آہستہ مٹ رہا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے شرک کی ایک مخفی قسم ایسی ہے جس میں بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں۔ مخفی شرک سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی ایسی عزت کی جائے جو صرف خدا کی کرنی چاہیئے۔ یا کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت رکھی جائے جو صرف خدا کے ساتھ رکھی جانی چاہیئے۔ یا کسی ایسی چیز پر بھروسہ کیا جائے جو صرف خدا پر ہونا چاہیئے۔ اسلام دین و دنیا کے مختلف کاموں کے لئے ظاہری تدبیروں کے اختیار کرنے سے ہرگز نہیں روکتا بلکہ ان کی ہدایت فرماتا ہے۔ مگر ان پر بھروسہ کرنے اور انہیں ہی کامیابی کا آخری سہارا سمجھنے سے ضرور روکتا ہے۔ اور بڑی سختی سے روکتا ہے۔ پس احمدی ماؤں کا ہاں نیک اور دیندار ماؤں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کے دلوں سے اس مخفی شرک کو جو اس زمانہ میں لاتعداد روحوں کو تباہ کر رہا ہے۔ بیخ و بن سے نکال کر پھینک دیں اور انہیں ہر حال میں مادی تدبیریں اختیار کرنے کے باوجود خدا کی طرف دیکھنے اور خدا پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دیں۔ خاکسار راقم الحروف نے ایسی نیک مائیں دیکھی ہیں (اور کاش کہ سب مائیں ایسی ہی ہوں) کہ وہ ایک طرف اپنے بیمار بچوں کو دوا دے رہی ہوتی ہیں اور دوسری طرف اُسے ٹھیک ٹھیک کر سمجھاتی جاتی ہیں کہ بچے یہ دوائی پی لو۔ خدا کا حکم ہے اس لئے پی لو۔ مگر شفا دینے والا صرف خدا ہے۔ اس لئے دوائی بھی پیو اور خدا سے دعا بھی مانگو کہ وہ تمہیں اچھا کر دے۔ ان کے بچے کا امتحان سر پر ہوتا ہے۔ وہ اُسے محبت کے ساتھ سمجھاتی ہیں کہ برخوردار وقت ضائع نہ کرو اور محنت سے پڑھو۔ مگر ساتھ ہی یہ الفاظ کہتی جاتی ہیں کہ دیکھنا! پاس ہونا تو تم نے صرف خدا کے فضل سے ہی ہونا ہے۔ مگر یہ اسباب کا سلسلہ بھی تو خدا کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے پڑھائی بھی کرو اور خدا کا فضل بھی مانگو۔ یہ وہ نونہال ہیں جن کے دلوں میں بچپن سے ہی سچی توحید کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اور بعد کا کوئی طوفان اسے مٹا نہیں سکتا۔

ماں باپ کی خدمت سے کوتاہی کرنا دوسری ہدایت اس حدیث میں ماں باپ کی خدمت سے غفلت برتنے کے متعلق ہے۔ جسے اسلام میں گویا شرک کے بعد دوسرے نمبر کا گناہ قرار دیا گیا ہے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ عقوق الوالدین سے ماں باپ کی نافرمانی ہی مراد نہیں بلکہ ان کا واجبی ادب نہ کرنا اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت برتنا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اس جگہ ماں باپ کا لفظ بھی دراصل مثال کے طور پر رکھا گیا ہے۔ ورنہ جیسا کہ دوسری حدیثوں میں صراحت کی گئی ہے مراد یہ ہے کہ علیٰ قدر مراتب سب بزرگوں کا ادب اور احترام ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جن میں یقیناً والدین کو خاص مقام حاصل ہے۔ پس نیک ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی نہ صرف ماں باپ کا بلکہ سارے بزرگوں کا ادب کرنا سکھائیں۔ دادا دادی، چچا چچی، پھوپھا پھوپھی، خالہ خالو، نانا نانی، ماموں ممانی، بڑا بھائی، بڑی بہن، ہمسایہ کے بزرگ، قوم کے بزرگ، ملک کے بزرگ، ہر ایک کا ادب ملحوظ رکھنا اور ان سب سے عزت کے ساتھ پیش آنا اسلامی اخلاق کی جان ہے۔ اور احمدی ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں اس خلق کو راسخ کرنے کی کوشش کریں۔ یہ مقولہ کتنی گہری صداقت پر مبنی ہے کہ الطریقۃ کلھا ادب "یعنی دین کا رستہ سب کا سب ادب کے میدان میں سے ہو کر گزرتا ہے"۔ اور حق یہ ہے کہ ادب اصلاحِ نفس کا بھی بھاری ذریعہ ہے۔ کیونکہ جو بچے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں وہی ان کی نصیحتوں کو سنتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پس خوش قسمت ہیں وہ مائیں جو اپنے بچوں کے اندر ادب کا سلیقہ قائم کرنے میں کامیاب ہوں۔ کیونکہ صرف اس قدم سے ہی ان کے تربیتی سفر کا تیسرا حصہ کٹ جاتا ہے۔

جھوٹ بولنا تیسری بات اس حدیث میں جھوٹ بولنا بیان کی گئی ہے جسے اسلام نے گویا تیسرے نمبر کا گناہ شمار کیا ہے ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی اور آپؐ کے دل میں مسلمانوں کے اندر صداقت اور راست گفتاری کی عادت پیدا کرنے کا اتنا جوش تھا جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے آپؐ جھوٹ کے خلاف نصیحت فرماتے ہوئے جوش کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بار بار یہ الفاظ دہرائے کہ:۔

اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔ اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔

"یعنی کان کھول کر سن لو۔ ہاں پھر کان کھول کر سن لو۔ کہ اسلام میں شرک اور حقوق الوالدین کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے"۔

دراصل جھوٹ صرف اپنی ذات میں ہی ایک نہایت ذلیل قسم کا گناہ نہیں ہے بلکہ دوسرے گناہوں کے پیدا کرنے اور ان پر پردہ ڈالنے کی ایک گندی مشینری بھی ہے جو لوگ جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں وہ فوراً جھوٹ بول کر اپنے گناہوں کو چھپا جاتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں آئندہ گناہ کرنے کے لئے مزید دلیری پیدا ہوتی ہے اور گناہ کا ایک ایسا ناپاک چکر قائم ہو جاتا ہے کہ اس میں پھنس کر کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا اسی لئے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں کمزور ہوں اور یکلخت سارے گناہوں پر غلبہ پانے کی طاقت نہیں رکھتا آپ مجھے فی الحال کوئی ایک گناہ ایسا بتا دیں جسے میں فوراً چھوڑ دوں۔ آپؐ نے بے ساختہ فرمایا "جھوٹ چھوڑ دو" اور چونکہ اس کے بعد وہ اپنے گناہوں پر پردہ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس لئے اس زریں ارشاد کی برکت سے وہ شخص گویا ایک ہی قدم میں سارے گناہوں پر غلبہ پا گیا۔ پس احمدی ماؤں کا یہ ایک مقدس فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں میں جھوٹ سے ایسی نفرت پیدا کریں کہ خواہ کتنا ہی نقصان ہو یا کتنا ہی لالچ دیا جائے ان کے بچے ہمیشہ ایک مضبوط چٹان کی طرح سچ پر قائم رہیں۔ یہ ایک ایسا بنیادی خلق ہے جو بچے کے کیریکٹر کو چار چاند لگا دیتا ہے اور سچ بولنے والے بچے کا سر کبھی نیچا نہیں ہوتا بلکہ ہر موقع پر اور ہر مجلس میں ملند رہتا ہے۔ حق یہ ہے کہ احمدیت اور سچ بولنا ہم معنی الفاظ ہونے چاہئیں اور ایک شخص کا احمدی ہونا اس بات کی ضمانت سمجھی جانی چاہیئے کہ وہ خود مٹ جائیگا اپنے جان و مال کو مٹا دے گا۔ اپنے اہل و عیال سے دستکش ہو جائے گا مگر جھوٹ کا کلمہ کبھی زبان پر نہیں لائے گا۔ کاش ایسا ہی ہو اور کاش احمدیت اور صداقت ہماری لغت میں مترادف الفاظ بن جائیں۔

اولاد کے لئے ماں باپ کی دعائیں یہاں تک میں نے صرف ظاہری اسباب کے لحاظ سے اسلامی تربیت کا خلاصہ پیش کیا۔ چونکہ ہر ظاہری نظام کے مقابلہ میں ایک باطنی اور روحانی نظام بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے اس باطنی اور روحانی نظام کی طرف بھی اپنی اُمت کو توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ثلاث دعوات مستجاب لھن لاشک دعوۃ المظلوم و دعوۃ المسافر و دعوۃ الوالد لولدہٖ۔

"یعنی تین دعائیں خدا کے فضل سے ضرور قبول ہوتی ہیں۔ اول مظلوم شخص کی دعا جو اپنے ظلموں سے تنگ آ کر خدا کو پکارتا ہے۔ دوسرے مسافر کی دُعا جو وہ سفر کی پریشانیوں اور کوفتوں میں گھرے ہوئے خدا کے حضور کرتا ہے۔ اور تیسرے ماں باپ کی دعا جو وہ اپنے بچوں کی بہتری کے لئے تڑپ تڑپ کر کرتے ہیں"۔

حق یہ ہے کہ ماں باپ کی دُعا اولاد کے حق میں اکسیر کا رنگ رکھتی ہے۔ کیونکہ دعا کی قبولیت کے لئے جس قسم کے قلبی جذبہ اور ذہنی کیفیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماں باپ کی دعا میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ پس تربیت کے ظاہری اسباب کو اختیار کرنے کے علاوہ اسلام یہ زریں ہدایت بھی فرماتا ہے کہ ماں باپ کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کے لئے ہر وقت کی دعائیں لگے رہیں اور ان کے لئے خدا کے آستانہ پر گر کر دین و دنیا کی حسنات کے طالب

ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دیندار ماں اپنی اولاد کے لئے دعا مانگنے میں غفلت سے کام لیتی ہو۔ لیکن اگر کوئی ماں ایسی ہے تو اس سے بڑھ کر شقاوت اور محرومی میرے خیال میں نہیں آسکتی۔ کاش احمدی مائیں دعا کی قدر اور دعا کی طاقت کو پہچانیں اور اس روحانی نسخہ کے ذریعہ اپنے بچوں کی دین و دنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ یہ نسخہ بہت مجرب اور بہت پرانا ہے اور سارے نبیوں اور سارے ولیوں کا آزمایا ہوا ہے۔ پس :۔

"اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما"

تربیت اولاد کے دس سنہری گر | خلاصہ کلام یہ

کہ بچوں کی صحیح تربیت کے لئے اسلام مندرجہ ذیل بنیادی باتوں کا تاکیدی حکم دیتا ہے:۔

(اوّل) مسلمان مرد دیندار اور با اخلاق بیویوں کے ساتھ شادیاں کریں۔ تا کہ نہ صرف ان کا گھرانہ اپنی زندگی میں جنت کا نمونہ بنے بلکہ اولاد کے لئے بھی نیک تربیت اور نیک نمونہ میسر آنے سے دائمی برکت کا دَور قائم ہو جائے۔

(دوم) ہر عورت خود بھی دیندار بنے اور دین کا علم سیکھے اور پھر دین کے احکام کے مطابق اپنا عمل بنائے تا کہ وہ گھر کی چار دیواری میں دین کا چرچا رکھنے دین کی تعلیم دینے اور دین کے مطابق عملی نمونہ پیش کرنے کے ذریعہ اپنے بچوں کی زندگیوں کو بچپن سے ہی دینداری اور نیکی کے رستہ پر ڈال سکے۔ اچھی اولاد کے لئے اچھی ماں کا وجود ایک بالکل بنیادی چیز ہے اور اکسیر کا حکم رکھتی ہے کاش دنیا اس حقیقت کو سمجھے۔

(سوم) بچوں کی تربیت کا آغاز ان کی ولادت کے ساتھ ہی ہو جانا چاہیئے۔ اور خواہ وہ بظاہر ماں باپ کی بات سمجھیں یا نہ سمجھیں بلکہ خود وہ بظاہر اپنی آنکھیں اور کان استعمال کر سکیں یا نہ کر سکیں ماں باپ کو یہی سمجھنا چاہیئے کہ وہ ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے اور ہمارے ہر قول کو سن رہے ہیں۔ اسلام نے بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دلا کر اسی لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(چہارم) ماؤں کا فرض ہے کہ بچپن میں ہی اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان بالغیب کا تصور راسخ کریں اور ان کی طبیعت میں یہ بات پختہ طور پر جما دیں کہ اس دنیائے شہود میں روحانی اور مادی نظام کی حقیقی تاریں ایک پردۂ غیب کے پیچھے سے کھینچی جا رہی ہیں جس کا مرکزی نقطہ خدا ہے اور باقی ارکان فرشتے اور کتابیں اور رسول اور یوم آخر اور تقدیر خیر و شر ہیں۔ جس شخص نے اس نکتہ کو پا لیا اس کے لئے فلسفۂ حیات ایک کھلا ہوا منشور بن کر سامنے آ جاتا ہے۔

(پنجم) ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنائیں کیونکہ عملی زندگی میں نماز خالق اور مخلوق کے درمیان کی کڑی ہے جس سے دل کا چراغ روشن رہتا ہے اور انسان گویا روحانیت کی مخفی تاروں کے ذریعہ خدا کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ جس ماں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنا دیا اور اُن کے دل میں نماز کا شوق پیدا کر دیا اس نے اس کے دین کو ایک ایسے کڑے کے ساتھ باندھ دیا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ ایسے بچے خدا کی گود میں ہوتے ہیں اور ان کی مائیں خدا کے دائمی سایہ کے نیچے عمل کے میدان میں یہ بچوں کا سبق نمبر ۱ ہے اور نتائج کے لحاظ سے پوری کتاب درس۔

(ششم) ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں بچپن سے ہی انفاق فی سبیل اللہ اور دین کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور ان میں یہ احساس پیدا کرائیں کہ ہر چیز جو انہیں خدا کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ مال ہے یا دل و دماغ کی طاقتیں ہیں یا علم ہے یا اوقاتِ زندگی ہیں ان سب میں سے خدا اور جماعت کا حصہ نکالیں اور خصوصاً انہیں بچپن میں ہی اپنے ہاتھ سے چندہ دینے اور غریبوں کی مدد کرنے اور جماعتی کاموں میں اپنے وقت کا حصہ خرچ کرنے کا عادی بنائیں یہ حکم نماز کے بعد دوسرا ستون ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حکومتِ الٰہی کی لڑائی میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔

(ہفتم) ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ہمیشہ شرکِ خفی کے گڑھے میں گرنے سے ہوشیار رکھیں دنیا کی ظاہری تدبیروں کو اختیار کرنے کے باوجود ان کا دل ہر وقت اس زندہ ایمان سے معمور رہنا چاہیئے کہ ساری تدبیروں کے پیچھے خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے اور :۔

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

(ہشتم) بچوں کو ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب سکھایا جائے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار اور ہمسایہ ہوں یا اجنبی۔ ادب اسلامی طریقت کی جان ہے۔ اور بچوں کے اندر خصوصیت سے والدین کی اطاعت اور خدمت اور احترام کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس کی طرف سے غفلت برتنے کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں گناہ نمبر ۲ شمار کیا ہے۔

(نہم) ہر احمدی ماں کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرے۔ صداقت تمام نیکیوں کا منبع اور جھوٹ تمام بدیوں کا موجد ہے سچ بولنے والا بچہ خدا کا پیارا اور قوم کی زینت اور خاندان کا فخر ہوتا ہے اور قولِ زُود سے بڑھ کر اخلاق میں پستی پیدا کرنے والی اور بدی کے ناپاک انڈوں کو سینے والی کوئی چیز نہیں۔

(دہم) ماں باپ کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کے لئے خدا کے حضور دعا کرتے رہیں کہ وہ انہیں نیکی کے رستہ پر قائم رکھے اور دین و دنیا میں ترقی عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

یہ وہ دس بنیادی باتیں ہیں جو اولاد کی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ اور یہ وہ بیج ہے جو احمدی ماؤں کے ہاتھوں سے ہر احمدی بچے کے دل میں بویا جانا ضروری ہے۔ ورنہ گو خدا کے رسول تو بہر حال غالب ہو کر رہتے ہیں۔ مگر کم از کم جہاں تک انسانی کوشش اور ظاہری اسباب کا تعلق ہے جماعت کی ترقی ←

این خیال است و محال است و جنوں

احمدی ماؤں سے درد مندانہ اپیل | پس اے

احمدی ماؤ! تم پر ایک بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں قوم کے وہ نونہال پلنے ہیں جو آج کے بچے اور کل کے جوان ہیں۔ آج کے بیٹے اور کل کے باپ ہیں۔ آج کے تابع اور کل کے متبوع ہیں۔ آج کے محکوم اور کل کے حاکم ہیں عنقریب ان کے ہاتھوں میں سلسلہ کے کاموں کی باگ ڈور جانے والی ہے۔ پس اپنی اس نازک ذمہ داری کو پہچانو اور اپنے بچوں کی زندگیوں کو ایسے قالب میں ڈھالو کہ جب ان کا وقت آئے تو وہ آسمان ہدایت پر ستارہ ہو کر چمکیں۔ تم شاید خود ابھی اپنی قدر کو نہیں پہچانتیں مگر تمہارے رسولؐ نے تمہاری قدر کو پہچانا ہے۔ اور تمہیں اپنی محبوب ہستی قرار دیا ہے۔ پس اس عظیم الشان نعمت کی قدر کرو کہ تم محبوب خدا کی محبوب ہو اور اس ذمہ داری کو ادا کرو جو خدا نے تمہارے کندھوں پر ڈالی ہے۔ یہ ذمہ داری بہت بھاری ہے مگر یقین رکھو کہ اس رستہ کے ہر قدم پر خدا کے فضل اور رحمت کا سایہ تمہارے سر پر ہوگا اور اس کے رسولؐ اور اُس کے مسیح کی پاک دعائیں تمہارے ساتھ ساتھ چلیں گی۔ اے ہمارے خالق و مالک خدا! اے ہمارے آسمانی آقا! اے ہماری کمزوریوں کے طاقتور ناخدا! تو ہر احمدی ماں کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دے کہ وہ اپنی اولاد کو تیری ایک مقدس امانت سمجھتے ہوئے اس کی تعلیم و تربیت کو ایسی بنیادوں پر قائم کرے جو تیری رضا اور اسلام اور احمدیت کی ترقی کا موجب ہو اور تو احمدی بچوں کو بھی یہ توفیق عطا کر کہ وہ اپنی نیک ماؤں کی تربیت کے نقوش کو صالح اور حلیم بچوں کی طرح قبول کریں۔ وَرَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ وَرَبَّنَا آتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ آمین یا ارحم الراحمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار راقم آثم
مرزا بشیر احمد۔ آف قادیان
حال ربوہ
جنوری ۱۹۵۳ء

کسی قسم کا چندہ زکوٰۃ کا قائمقام نہیں ہو سکتا

اکثر صاحب نصاب احباب فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی ادائیگی میں لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور اسکی ادائیگی میں کوتاہی اسی طرح قابل مواخذہ ہے۔ جس طرح کہ تارکِ صلوٰۃ۔

زکوٰۃ مومن کے مال کو پاک کرتی ہے اور اس کے ادا کرنے سے صرف روحانی بیماریوں سے ہی شفایابی نہیں ہوتی بلکہ جسمانی اور ظاہری تکالیف اور مصائب سے بچنے اور نجات پانے کا بھی یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ سے واضح ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مالوں میں کمی نہیں آتی بلکہ اس کے ادا کرنے سے مومن کے مال میں برکت ڈالی جاتی ہے۔ بعض احباب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے عائد کردہ لازمی چندہ جات کو غلط فہمی سے زکوٰۃ کا قائمقام خیال کر کے اپنے آپ کو زکوٰۃ کی فرضیت سے سبکدوش سمجھتے ہیں۔ مگر دوستوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ کوئی اور لازمی اور یا طوعی چندہ زکوٰۃ کا قائمقام قطعاً نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمارے دوست اور ہماری بہنیں اپنا اپنا محاسبہ کریں۔ تو متعدد مگر ایسے نکلیں جنہوں نے عرصہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ اپنے آپ کو صاحب نصاب پائیں گے۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ جملہ احباب کو بالعموم اور جماعتوں کے عہدیداران کو بالخصوص توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ زکوٰۃ کی اہمیت کو احباب جماعت پر واضح کریں۔ اور سیکرٹریانِ مال دوسرے ضروری چندوں کے ساتھ باقاعدہ طور پر صاحب نصاب احباب کی فہرست مع رقم زکوٰۃ اور تاریخ واجب نظارت بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان کو مطلع فرماویں تا نظارت صاحب نصاب احباب کو مرکز کی طرف سے براہ راست بھی بروقت ادائیگی کیلئے توجہ دلائی جا سکے۔ نیز جن احباب پر زکوٰۃ واجب ہو چکی ہو ان سے جلد وصولی کا انتظام کر کے رقم مرکز میں بھجوا دیں۔

(ناظر بیت المال قادیان)

عجائباتِ عالم

مصر میں عبّاسیّہ!

از جناب چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ بلاد عربیہ

گذشتہ (دوسری) جنگ عظیم میں ہزارہا ہندوستانیوں کو مصر دیکھنے کا اتفاق ہؤا ہوگا۔ اور عباسیہ میں سے گذرنے یا کم از کم نام سننے کا تو ضرور موقعہ ملا ہوگا۔

عبایہ کیا ہے؟ قارئین بدر کی ضیافت طبع اور زیادت علم کے لئے اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے قاہرہ شہر جسے اہل ملک مصر عموماً مصر کے نام سے ہی موسوم کرتے ہیں۔ اس کے مشرقی طرف ایک شہر خاموشاں آباد ہے۔ جو کئی میل رقبہ پر مشتمل ہے۔ اس میں بڑے بڑے گنبد نما مکانات تعمیر ہیں مگر ان مکانات کی یہ عجیب شان ہے کہ ان میں باوجودیکہ ملک مصر ایک گرم ملک ہے سوائے ایک دو دروازوں کے کھڑکیاں یا روشندان کسی جگہ نظر نہیں آتے۔ دور سے دیکھنے والوں کو یہ ایک بڑا پُرشان وشوکت اور عجیب طرز کا شہر معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ قاہرہ شہر کا مقبرہ ہے جسے عَبَّاسِیَّۃ[1] کہتے ہیں۔ اس میں باقاعدہ بڑے بڑے راستے بھی ہیں۔ اور ان میں کسی کسی مقام پر کچھ خستہ حال ملنگ بھی بیٹھے ہوئے راہ گزروں کی نظریں پڑ جاتے ہیں۔ یہ ملنگ وہ لوگ ہیں۔ جو اس مقبرہ میں دفن ہونے والے مُردوں کو دفن کرنے کا کام سر انجام دیتے ہیں۔ جمعرات کے روز عباسیہ اپنے اس خیال کے پیش نظر کہ مُردوں کی رُوحیں اس روز دنیا میں آتی ہیں بکثرت سے غم خوردہ عورتیں اور مرد آتے ہیں۔ اور ان میں سے کئی اپنا سارا دن انہی بند مکانوں میں گزار دیتے ہیں۔ جو عباسیہ میں بنے ہوئے ہیں۔ جیسے جیسے کسی کا غم واندوہ زیادہ ہو۔ یا تازہ ہو۔ وہ اپنے اپنے غم کے اندازہ کے مطابق عباسیہ کے ان مکانات میں آہ وبکاء یا غم وحزن میں نظر آتے ہیں۔

عباسیہ یا بلفظ دیگر یہ مقبرہ مصر اگر دنیا کے عجائبات میں سے شمار کیا جائے تو بجا ہوگا۔ ہمارے ہندوستانی مقابر اس مقبرہ یا عباسیہ سے مختلف ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں قبریں کھودی جاتی ہیں۔ جو یا تو لحددار ہوتی ہیں یا بے لحد۔ مگر بہرحال اس میں دفن ہونے والے کے مطابق ہوتی ہے۔ اور اگر اس قبر میں خدانخواستہ کوئی زندہ بھی دفن کر دیا جائے۔ تو وہ مٹی پڑتے ہی دم گھٹ کر راہیٔ ملک بقا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں اس قدر ہؤا۔ جو انسانی بقاء کے لئے ضروری ہو، باقی نہیں رہتی۔ مگر عباسیہ اسکے بالکل برعکس ہے۔

عباسیہ میں ہر خاندان کا ایک خاص قطعہ ہے۔ جو اوپر سے تو عام زمین نظر آتی ہے۔ اور اس پر بعض قبروں کی شکلیں بھی بنی ہوئی ہیں۔ مگر درحقیقت وہ قبریں حقیقی قبریں نہیں۔

فرض کرلیں کہ ایک خاندان کا قطعہ دس مرلہ ہے۔ اس دس مرلہ قطعہ کا ایک خاص جگہ زمین سے ہم وار دروازہ ہے۔ جسے ملنگ ہی بہتر جانتے ہیں۔ جب اس خاندان کا کوئی فرد وفات پا جاتا ہے۔ تو وہ اسے اپنے قطعۂ خاص میں لے آتے ہیں۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی ملنگ بھی وہاں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور اس قطعہ کے دروازہ سے مٹی ایک طرف کرکے اس قطعہ میں اُتر جاتے ہیں۔ دروازہ کھلتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دس مرلہ زمین کا ایک زمین دوز مکان یا بلفظ دیگر تہ خانہ ہے۔ جس کی دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ یہ ملنگ یا مُتَقبِّرِیْن مردہ کی چارپائی کو اس زمینی مقبرہ میں اُتار لیتے ہیں۔ اور اس فوت شدہ کے ساتھ اس کا کوئی سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار بھی ساتھ اُترتا ہے۔ اس زمین دوز مقبرہ کے اندر مردہ کو اس کے کفن میں لیٹا ہؤا ہونے کی حالت میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار اس زمین دوز مقبرہ سے ہی ایک دو مٹی کی مٹھیاں اٹھا کر اس پر یہ آیت پڑھتے ہوئے ڈال دیتا ہے:-

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى:

یعنی اسی زمین سے ہی ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی زمین میں تمہیں واپس کر دیں گے اور اسی میں سے تمہیں دوسری مرتبہ نکالیں گے!

اور اس مقبرہ ارضیہ میں سے رشتہ دار اور ملنگ اوپر آ جاتے ہیں۔ اور ملنگ اس مقبرہ کا دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیتے ہیں۔ مرور زمانہ اور تاثیر زمین سے کچھ مدت کے بعد مردہ کی ہڈیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ جو بوقت ضرورت ایک کونہ میں جمع کر دی جاتی ہیں۔ اور ذرات جسم انسانی مٹی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ زمین دوز مقبرہ پشت در پشت چلتا ہے لیکن اگر مشیت الٰہی سے کسی خاندان کے افراد یا سارے شہر کے افراد غیر معمولی حوادث کی وجہ سے جلد جلد مرنے لگیں تو پھر اس مقبرہ میں اترنے والوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ ابھی پہلے مردے تازہ ہی ہوتے ہیں کہ ان کے قریب دوسرے مردے رکھنے پڑ جاتے ہیں اور یہ بات اُن کے قریبی رشتہ داروں پر بہت گراں گذرتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے ایک مرنے والے کے ساتھ کئی عزیز مردوں کو پھر دوبارہ سہ بارہ دیکھیں۔ چنانچہ کئی کمزور دل قریبی رشتہ دار اس غم کی وجہ سے خود بھی لُقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔

عام لوگوں کے مقابر پر تو کوئی خاص عمارتیں نہیں۔ مگر دولتمندوں اور اکابر ملت اور صلحاء کے مقابر اور تبور پر مکانات اور گنبد بنے ہوئے ہیں اور یہ مقبرہ دور سے ناواقف لوگوں کو ایک شہر نظر آتا ہے۔ مگر درحقیقت شہر خاموشاں ہے جس میں باوجود وسیع راستوں اور بڑی بڑی عمارتوں اور مساجد نما گنبدوں کے چلتے پھرتے اور ہنستے بولتے لوگ نظر نہیں آتے۔ اور ہر طرف خاموشی ہی خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ اور کسی زمانہ میں قاہرہ شہر کی زمین کے اوپر بسنے والے آج اس زمین کے نیچے مدفون ہیں۔ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

اسکندریہ شہر میں بھی شاہی مقبرہ (خدیو محمد علی اور فواد وغیرہ) اس طرز کا زمین دوز مقبرہ ہے۔ جس کے اوپر قبروں کے آثار بنے ہوئے ہیں مگر درحقیقت زمین دوز مقبرہ ہے۔ اور قبریں صرف بطور یادگار بنی ہوئی ہیں اور ملک مصر میں تمام مقابر عموماً اس طرز کے زمین دوز ہی ہیں۔

اسکندریہ میں ایک بہت پرانا مصری یا رومی مقبرہ بھی زمین سے کھود کر نکالا گیا ہے جسے عام طور پر سیاح جاکر دیکھتے ہیں۔ اور خاکسار نے بھی اسے برفاقت برادرم مکرم مالک رام صاحب ایم۔ اے وبرادرم مکرم الحاج عبدالعزیز اسمٰعیل سیالکوٹی (مرحوم ومغفور) دیکھا۔ جب آپ اس کے اوپر چل رہے ہوں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ عام زمین پر چل رہے ہیں یا کسی خاص زمین پر۔ لیکن جب آپ اس مقبرہ کو دیکھنا چاہیں تو آپ کو اس کا دروازہ ایسا نظر آئے گا جیسے آپ کسی کوئیں کو دیکھ رہے ہیں۔ جس میں پانی نہیں۔ لیکن جب آپ اس کی سیڑھیوں پر سے اس کوئیں کی تہ میں اتریں۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کسی شہر میں وارد ہو گئے ہیں جس میں راستے بھی ہیں۔ اور بڑی ترتیب سے چٹان میں کھودی ہوئی بڑی بڑی فراخ قبریں جو کمروں سے مشابہ ہیں۔ وہ آپکے مشاہدہ میں آئیں گی اور آپ محوِ حیرت ہو جائینگے۔ عجب ہم نے پہلے ایک تنور کے مشابہ کنوآں دیکھا تھا۔ وہ ایک زمین دوز شہر کا ایک گول دروازہ تھا۔ جس سے میت کو نیچے اُتارا جاتا تھا اور اس کے صحن میں ہال کے مشابہ مقام پر اس پر مراسم وداع ادا ہوتی تھیں یا بلفظ دیگر جنازہ پڑھا جاتا تھا۔ اور پھر اس شہر خاموشاں میں کسی مناسب مقام پر کھودی ہوئی قبر میں رکھ دیا جاتا تھا۔

فلسطین کے شہر خلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی مجموعی اعزہ حضرت اسحٰق ویعقوب ویوسف علیہم السلام کا مقبرہ بھی اسی طرز کا ہے۔ اور بیت المقدس کے جس چرچ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ قبر موجود ہے جس میں آپ کو صلیب پر سے اتار کر رکھا گیا۔ وہ بھی بہ نظر غور دیکھنے اور ہر طرف مشاہدہ کرنے سے زمین دوز مقبرہ اور تہ خانہ سے ہی مشابہ ہے۔ ناصرہ میں جس جگہ حضرت مریم کا مسکن بتایا جاتا ہے۔ وہ بھی زمین دوز تہ خانہ یا بالفاظ دیگر ایک رومی مقبرہ ہی ہے۔

ان مقابر پر نظر ڈالنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ کہ انجیلوں کے بیانات کے مطابق حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے لئے جو قبر منتخب کی گئی تھی۔ وہ بھی ایسے ہی مقابر ارضیہ میں سے تھی اور وہ ایک کھلا زمین دوز مکان تھا۔ جس میں دو تین حواری بھی بغرض تحقیق وتفتیش داخل ہوئے۔ اور ایسی قبر یا کوٹھے میں حضرت مسیح علیہ السلام کا دو تین اور یکبہ دس بارہ روز تک بھی زندہ رہنا قابل تعجب نہیں ورنہ ایسی قبر جو ہندوستانی طرز کی ہو۔ وہ نہ تو ایک پتھر کے ڈھلکانے سے بند ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس میں زندہ رہ سکتا ہے۔ اور نہ اس میں دو تین آدمی بغرض تحقیق وتفتیش داخل ہو سکتے ہیں۔

کاش آج کل اس زمین کے اوپر رہنے والے ہمارے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی اس نصیحت مندرجہ براہین احمدیہ کو بگوش ہوش سُنیں۔ کہ

"اے حب جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اسمیں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے کئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے" ۲۲

---

[1] عباسیہ ایک محلہ کا نام بھی ہے۔ جو اس مقبرہ سے متصل ہے۔ منہ

"سوتیلی ماں"

از جناب ابوظفر سید ارشد علی صاحب لکھنوی

دنیا کے پُرامن سے پُرامن حصہ میں جب کچھ لوگوں کے اندر کوئی منفی تخریبی مادہ عود کرے تو اس مہلک مرض کا علاج دشوار ہی نہیں بلکہ ایک حد تک کچھ ناممکن سا ہو جاتا ہے۔

آزادی

خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے آزادی ایک بڑی نعمت ہے۔ خدا کے افضال و انعام کسی خاص قوم سے مخصوص نہیں۔ جو بندے اُس کے انعام و اکرام کی قدر کریں خدا تعالیٰ نے اُن کی اہلیت کی وجہ سے اُنہیں اُن کا وارث ٹھہرایا ہے۔ اور وہ چیز جس کی اُس کے شکر گزار بندے قدر کریں وہ اُن کے لئے باعث مسرت ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ اُس کی ایسی نعمت کی قدر نہ کریں وہ اُن سے صرف واپس ہی نہیں لی جاتی بلکہ اس ناشکر گزاری کی سزا میں خدا تعالیٰ اُن کی گردنوں میں غلامی کا ایسا آہنی طوق ڈال دیتا ہے۔ جس سے چھٹکارے کی صدیوں تک نوبت نہیں آتی۔

آزادی کی حفاظت

آزادی کی حفاظت اور بقا کے لئے جن اعمال یا کرموں کی ضرورت ہے اُنہیں یا تو لوگ آزادی کے نشے میں بھول جاتے ہیں اور یا اُن کی قوتِ عمل بجائے کسی تعمیری پروگرام کے اپنی طبیعتوں کے بگاڑ کی وجہ سے کچھ ایسی تباہ کُن صورتیں اختیار کر لیتی ہے۔ جن میں زندگی اور بقا کی بجائے بربادی اور فنا کے جراثیم پوشیدہ ہوتے ہیں۔ کسی قوم یا ملک کو خدا کی طرف سے بلا کسی عمل کے فضل کے طور پر جب کوئی نعمت عطا کی جائے تو اس کی حفاظت کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ جن پر عمل کئے بغیر ملک میں امن شانتی خوشحالی اور سرور میسر نہیں ہوتا۔

آزاد اقوام کے اوصاف

آزاد قوموں کے حاکم اور لیڈروں کی بابت ایک سوتنتر رہنا کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ متعصب تنگ نظر اور پکش پاتی نہ ہو۔ ملک کے قانون اور احکام کی دل کے علاوہ اپنی روح کے ساتھ ادب و احترام کرتی ہو۔ جس ملک میں قانون کی عزت نہیں اور جو قومیں قانون توڑنے پر اتر آئیں تو سمجھ لیجئے کہ اس ملک کی آزادی خطرہ میں ہے۔ جب تک ہمارے دیش میں اتحاد و اتفاق نہ ہو اور کے آپس کے اختلاف اور بغض اور عداوتیں نہ مٹیں اُن کے دلوں سے قومی تعصب دور نہ ہو اس وقت تک وہ آزادی کے اہل نہیں ہو سکتے۔ آزادی کی بقا کے لئے صرف ملک کے انتظام و احترام کی قابلیت ہی ضروری نہیں۔ بلکہ رواداری۔ فیاضی۔ سالمیت اور وسیع القلبی کی ضرورت ہے۔ آزادی کا مستحق اور وارث بننے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر ایک قوم اور فرقے کو خیالات و رسم و رواج کی آزادی نصیب ہو۔ ہر ایک کے لئے جائز ملکی اور مذہبی حقوق محفوظ ہوں۔ ہر ایک سے مساویانہ برتاؤ کیا جائے اور سب سے مساوات برتی جائے۔ جس ملک میں ایک قوم دوسری قوم پر غلبہ حاصل کرنے کی متمنی ہو اور دوسری قوم کو مغلوب و ماتحت بنانے کی کوشش کرے جس ملک میں یہ ابتری ہو کہ زیردست زیردستوں کو پیس کر رکھ دیں یا جو لوگ اُن کے قومی خصائص ان کی تہذیب ان کا تمدن ان کی زبان اور ان کے لٹریچر کا نام و نشان تک مٹا دینے کے خواہاں ہوں۔ وہ تنگ نظر اور محدود دائرہ کے لوگ آزادی کی قدر و قیمت کیا جانیں کیا یہ ضدیں کی نسبت آزادی کی بقاء کے لئے کسی عقلمند انسان کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

قومی اور نسلی دشمنی

قومی اور نسلی دشمنی کو سیاسی لیڈروں کے علاوہ مذہب نے بھی سختی اور حکمت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ علم النفس کے ماہرین کا یہ فیصلہ ہے کہ جو لوگ دوسروں کے مٹانے میں ہی اپنی تمام قوتیں صرف کر دیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ترقی کے اسباب بھول جاتے ہیں اور خود ہی مٹ جاتے ہیں۔ ایک آزاد قوم کے لئے یہ بڑے ہی خوف اور صحیح احساس کا مقام ہے۔ دنیا کی گزشتہ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ملک کی گھریلو دشمنی بڑی مہلک چیز ہے۔ ہوش مند اور اپنے ملک کی سچی ہی خواہ قومیں اس بیماری کی بھینٹ نہیں چڑھتیں۔

دشمنی کے بہانے

کسی جماعت کے لوگوں میں جب خواہ مخواہ کسی دوسری جماعت کی دشمنی کا بیج جڑ پکڑ جائے تو علاوہ دلوں کے ان کے عقلوں میں بھی وہ روشنی باقی نہیں رہتی۔ جو انسانوں کی راہنمائی کرتی ہے۔ بھارت میں دو چار جماعتیں ایسی ضرور ہیں جنہیں سوائے کھنڈن کے راگ الاپنے کے منڈن کے سُریلے اور پریم بھرے گیتوں سے ایسی ہی نفرت ہے جیسے بُرائی کو بھلائی سے ہوتی ہے۔

دُکھیا بھارت

بھارت کی ایسی جماعتیں جو مسلمانوں کی بھرائی دشمنی میں حق اور دھرم کا گلا گھونٹ چکیں ہیں اُنہیں اپنے خلاف انسانیت حرکات و سکنات کا اگر خود احساس نہ ہو تو کیا وہ بین الاقوامی آزاد لوگوں سے بھی اس حقیقت کو پوشیدہ رکھ سکتے ہیں افسوس ہمارے یہ نادان بھائی ہمارے پیارے بھارت دیش کے سپوت کہلا کر بھارت کی پوتر بھومی پر دیا اتما اور جنتا کے کلہاڑے ایسی بیدردی سے چلا رہے ہیں کہ اس اگیا نتا سے مادر وطن بہت ہی دکھی ہے۔ وہ بھارت جو رشیوں کی جنم بھومی ہے۔ وہ بھارت جہاں پریم کی گنگا جمنا بہتی ہیں۔ وہ بھارت جہاں گیتا کے پریم منتر سن کر جنگل کے درندے بھی پریم کے ناچ ناچنے لگتے ہیں ہاں وہ پریم و محبت کی ماتا بھارت جو اپنے مادرانہ آغوش میں ساری دنیا کے دھرم کے لوگوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کے گہوارے محبت میں دشمنی نفاق مردم آزاری کے قابلِ نفرت مظاہرے کیا مادرِ وطن کو سکھی رکھ سکتے ہیں۔ ہم سارے بھارت باسی وہ مسلمان جن کے دلوں میں ہمارے بعض ملکی بھائیوں کی رات دن کی نیش زنی سے ناسور پڑ گئے ہیں۔ وہ اپنے درد بھرے دل سے خدا کے حضور یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ اے ستار خدا تو ہمارے ایسے مورکھ بھائیوں کو محبت و پریم کا ایسا گیان عطا فرما کہ بھارت میں چاروں طرف شانتی ہی شانتی کی صدائیں بلند ہوں کہ ہمارے دیش کا اسی میں کلیان ہے۔

مسلمانوں کی برائیوں کے من گھڑت افسانے مسلمانوں کی بلا وجہ کی دشمنی میں جو ہمارے بھائی خواہ مخواہ مسلمانوں کو بدنام کر کے عوام میں اُن کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں وہ مسلمانوں پر سب سے زیادہ سنگین یہ جھوٹے الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان بھارت کو اپنی "سوتیلی ماں" سمجھتے ہیں اور اُن کے حقیقی مفاد و تعلقات کسی دوسرے ملک سے وابستہ ہیں۔ ان قطعی من گھڑت۔ بالکل جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کی تردید میں اگر ہم اپنی صفائی خود پیش کریں تو شاید وہ زیادہ قابلِ سماعت نہ ہو اس لئے ان دل آزار الزامات کی تردید میں ہم ہندو دھرم کی ایسی مہان پرشش ہستیوں کے بیانات پیش کرتے ہیں۔ جو اپنی شہرت کے لحاظ سے ہندو سماج میں چاند و سورج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بیانات بہت طویل ہیں میں ان کے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ کہ اے کاش کہ ہمارے مخالف بھائی ان سچے بیانات ہی سے کچھ عبرت حاصل کریں۔

سر پی سی رائے

ہندوستان کے مشہور سائنس دان سر پی۔ سی رائے ان قابلِ نفرت الزامات کی تردید میں فرماتے ہیں:۔

"مسلمان اس ملک کے اصلی باشندے اور مادرِ وطن کے حقیقی سپوت اُسی طرح ہیں جیسے ہندو"۔

"ہندو مسلم صدیوں سے اس ملک میں بھائی کی طرح رہتے چلے آئے ہیں ان کی زندگی ان کے مفاد اور ان کی خواہشات باہم اس طرح گھل مل گئی ہیں کہ ان کا علیٰحدہ کرنا دشوار ہے اور اب یہ کہنا بے سود ہے کہ ہندوستان مسلمانوں کی سوتیلی ماں ہے اور ان کے حقیقی مفاد اور تعلقات کسی اور ملک سے وابستہ ہیں یہ صحیح نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں آ کر گھس گئے اور کچھ نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہاں کے فنِ تعمیر۔ موسیقی ادب اور سیاسیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے ہندوستان کی تربیت و تہذیب میں اسلام کی ذہانت و ذکاوت نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ وہ لباس زریں جو مسلمانوں نے ہندو دیوی کو پہنایا اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بدنما نظر آنے لگے گی؟ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پر کچھ زیادہ کہنا بے سود ہے سلاطین ہند کے بعض بڑے بڑے جرنیل اور وزراء ہندو رہے ہیں۔ مذہبی رواداری جو دور اندیشی اور فیاضی پر مبنی ہوتی ہے

---

۲۴ اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
پھر دفن کر کے گھر میں تأسف سے آئینگے
اے لوگو نبیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوف مرگ و خیال فنا نہیں
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
کس نے بلا لیا وہ سبھی کیوں گزر گئے
وہ دن بھی ایک دن تمہیں یار نصیب ہے
خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
ڈھونڈھو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

منظوری انتخاب عہدیداران جماعت احمدیہ ہندوستان

جن عہدہ داران کی منظوری کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ ان کی مدت انتخاب ۳۰ر اپریل ۱۹۵۶ء تک ہوگی۔ امید کی جاتی ہے کہ نئے عہدہ دار اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے جماعت کی ترقی اور استحکام کے لئے پوری کوشش کریں گے۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو حقیقی معنوں میں خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نمبر شمار	نام جماعت	نام عہدہ	نام عہدہ دار مع مکمل پتہ
۱	بھدرک	سیکرٹری امور عامہ	مکرم شمس الدین صاحب شنکر پور بھدرک
	"	سیکرٹری مال و تحریک جدید	میاں غلام احمد صاحب بھدرک کالج بھدرک
	"	سیکرٹری تبلیغ	مکرم میاں محمد حسین صاحب شنکر پور بھدرک
	"	" ضیافت	مکرم محمد علی شاہ صاحب محلہ ڈاک چوکیہ بھدرک
۲	بریلی	سیکرٹری مال و تحریک جدید و امام الصلوٰۃ	مکرم قریشی محمد یونس صاحب بریلی
		آڈیٹر	مکرم محمد الیاس صاحب
۳	میرٹھ انچولی	پریذیڈنٹ	مکرم منشی قمر الدین صاحب بمقام انچولی ضلع میرٹھ
		سیکرٹری امور عامہ	" نور الدین صاحب
۴	سری نگر	پریذیڈنٹ	" ماسٹر غلام نبی صاحب ہیڈ ماسٹر میراکدل سری نگر کشمیر
	"	سیکرٹری مال	" بابو تاج الدین صاحب اوورسیر اصلاح بلڈنگ سری نگر
	"	" تبلیغ	" بابو محمد یوسف صاحب خانیاری بالمقابل سرکاری کوارٹرز زونی گر سری نگر کشمیر
	"	" تعلیم	" حکیم محمد سعید صاحب مبلغ اصلاح بلڈنگ سری نگر کشمیر
	"	وائس پریذیڈنٹ	" بابو غلام رسول صاحب تار بابو ایکسچینج
۵	مدراس	جنرل سیکرٹری	" علی محی الدین صاحب مدراس
	"	اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری	" شیخ محمد رفیق صاحب مدراس

(ناظر اعلیٰ قادیان)

شاہانِ مغلیہ کا طریق حکومت عادلانہ کو شہنشاہ اورنگ زیب کی تنگ نظری اور مذہبی تعصب پر دفتر کے دفتر سیاہ کرڈالے گئے ہیں لیکن اس کے عہد حکومت میں بقول الفنسٹن ایسا کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کسی نے ہندو مذہب کی خاطر سزائے جان و مال اور قید برداشت کی ہو یا کسی شخص سے اس کی آبائی پرستش پر باز پرس کی گئی ہو۔"

"تاریخ بتاتی ہے کہ اس متعصب شہنشاہ کے سب سے بڑے معتمد جرنل جسونت سنگھ اور جے سنگھ تھے۔ . . . . . شیر شاہ پٹھان تھا ہندوؤں کے ساتھ اُس نے جو سلوک کئے اس کو دیکھو۔ اس کا محکمہ رفاہ عام کافی مشہور ہے جو میرے اظہار رائے کا محتاج نہیں لیکن یہ بات شائد عام طور پر معلوم نہ ہو کہ اُس نے جو بے شمار سرائیں اور مسافر خانے ملک بھر میں بنوائے تھے۔ اُن میں ہندوؤں کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی نہایت بہتر تھا۔ اور ہندوؤں ہی کے ہاتھ اور مسلمانوں کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھ میں تا کسی کے مذہبی جذبات میں ٹھیس نہ لگے۔"

"ہندوؤں کے ہزاروں برس کی ذات پات کے رواج کو توڑنے میں اسلامی جمہوریت نے بہت مدد دی اور ہندو سوسائیٹی میں بے تعصبی اور روشن خیالی کا جذبہ بھی پیدا کیا۔"

(اخبار نجات بجنور ۱۵ر فروری ۱۹۲۳ء)

مسٹر کندی لال بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لاء

"اگر مسلمان یہاں آئے نہ ہوتے تو ہندو سوسائٹی قطعی مفقود ہو جاتی" ۔۔۔ "لٹریچر کی ترقی بھی مسلمانوں کے عہد میں بہت ہوئی۔ کئی مسلمان بادشاہ خود بھی صاحب تصنیف تھے۔" "مسلمانوں کا وجود مسعود اعلیٰ درجہ کے ہندوؤں کے لئے ہی مفید بابرکت اور نفع بخش ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ کروڑوں انسان بھی انسانیت کی لذت سے آشنا ہوئے جنہیں اچھوت سمجھ کر ہمیشہ کے لئے ٹھکرا دیا گیا تھا۔ اس کے متعلق ایک عیسائی محقق کا مندرجہ ذیل تحریر پڑھیئے معلوم ہوگا ان پامال شدہ درماندہ اور سسکتی جانوں نے کس والہانہ انداز سے اسلام کو خیر مقدم کہکر صدیوں کے بعد انسانیت کا مرتبہ حاصل کیا اور یہ انسانیت اور ہندوستان کی ایسی بے نظیر خدمت تھی جو سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے حصہ میں نہ آسکتی تھی۔"

(رسالہ سرسوتی الہ آباد)

اسلام اچھوتوں اور شودروں کیلئے رحمت ربانی تھا۔

مہاشہ سنت رام بی۔ اے لکھتے ہیں:۔

"ہندو لوگ جات پات اور اونچ نیچ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹے پڑے تھے ان کو ایک اتحاد میں باندھنے والا ایک بھی سوتر دھاگا نہ تھا۔ اسلام ان کروڑوں اچھوتوں کے لئے" رحمت ربانی تھا۔ وہ اُنہیں انسانی مساوات کا حق دیتا تھا پس یہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہو گئے۔"

(اخبار پرتاپ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۵ء)

"مسلمانوں نے ملک کے طول و عرض میں ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے۔"

پروفیسر ایشوری پرشاد صاحب لکھتے ہیں

"اسلامی فتوحات نے مختلف (ہندو) ریاستوں اور سلطنتوں کی بجائے جو ہمیشہ باہم دست و گریباں رہتی تھیں ایک شہنشاہی اتحاد قائم کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ سکھلایا کہ وہ ایک ملک کے اندر ایک حکمران کی اتباع کریں جس سے ہماری قومیت کے ذخیرے میں روح اور سرگرمی کے اجزاء کا اضافہ ہوا۔ اور ایسی نئی تہذیب رواج پذیر ہوئی جو ہر طرح مستحق ستائش ہے۔ مسلمانوں کی رسوم و عادات نے اونچی ذات کے ہندوؤں کی رسوم و عادات کو بہت کچھ اُبھارا اور جو لطافت اور نزاکت ہماری موجودہ سوسائیٹی میں پائی جاتی ہے۔ وہ زیادہ تر مسلمانوں کے طفیل ہے۔ مسلمانوں نے ملک کے طول و عرض میں ایک نئی زبان رائج کی جو اپنے اندر ایک حیرت انگیز ادبی ذخیرہ رکھتی ہے۔"

(بحوالہ فاروق دہلی۔ زمیندار ۹ر اپریل ۱۹۲۵ء)

ہندو کیریکٹر کو بہت اونچا بننا چاہیئے

لالہ نند صاحب ایڈیٹر سوراج اپنی کتاب "سنگٹھن کے پھول" میں لکھتے ہیں:۔

"اتحاد اسوقت ہو سکتا ہے جب ہر ایک مذہب اور فرقہ کے لوگوں کو پورے طور پر یقین ہو جائے کہ ہندو بوجہ کثیر التعداد ہونے کے ہم پر کسی قسم کا ظلم اور سختی روا نہ رکھیں گے۔ وہ ہمیں پوری پوری آزادی دیں گے ہمارے ساتھ انصاف کریں گے اور ہمارے حقوق کی اس قدر محافظت کریں گے جس قدر ان کے حقوق کی محافظت مسلمانوں اور عیسائیوں کے راج میں ممکن ہو سکتی ہے۔ اس واسطے ہندو کیریکٹر کو بہت اونچا بننا چاہیئے ہندو لیڈروں کا نقطۂ نگاہ بہت بلند ہونا چاہیئے۔ ان کا دل بہت وسیع ہونا چاہیئے۔ ان کی عقل بہت روشن ہونی چاہیئے جس سے وہ بہت دور سے ہر ایک فعل کے نتائج کو صحیح صحیح دیکھ سکیں۔"

ڈاکٹر ستیہ پال

"جب تک ہندو اپنے دل کشادہ نہ کریں گے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑا نا نہ چھوڑیں گے تب تک اقلیت ان پر اعتبار نہیں کر سکتی۔"

(اخبار پرتاپ ۲ر مئی ۱۹۲۶ء)

مسٹر رنگا آئر سوامی

"اکثریت کو اقلیتوں کے حقوق کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔"

(اخبار ہمدم ۸ر دسمبر ۱۹۲۵ء)

پنڈت موتی لال نہرو

جناب پنڈت موتی لال صاحب نہرو تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب تک ہندو مسلم اتحاد نہ ہوگا دونوں فریق خواہ کتنی ہی کوشش کریں سوراج نہیں حاصل کر سکتے۔ ہمارے ہندوؤں کی کوشش خواہ وہی رشیوں کا زمانہ پیدا کر دیں۔ مگر جب تک اتحاد نہ ہوگا بن باس پڑے گا۔"

(اخبار ملاپ لاہور جلد ا مئی)

مختصر اور ضروری خبریں

ناگل ۔ ۸/ نومبر۔ وزیر اعظم پنڈت نہرو نے کل شام یہاں بھاکڑہ اور ناگل کے انجنیروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اُنہیں ہندوستان کی ترقی کے لئے تیزی سے کام کرنا چاہیئے دوسرے ممالک نے جو کام سو سال میں کیا ہے وہ کام ہم کو دس برس میں کرنا چاہیئے۔ اگر ہندوستان نے جلدی کوئی شاندار کام نہ کیا تو ہندوستان ختم ہو جائے گا سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے انجنیروں سے عملی کام میں دلچسپی لینے کی اپیل کی انہوں نے کہا انسان کو اس کا کام بڑا آدمی بناتا ہے۔ کرسیوں پر بیٹھنے اور حکم دینے والے آدمی بڑے نہیں ہوتے۔ درحقیقت وہ کسان اور پیشہ ور مزدور زیادہ بڑے ہیں جو تعمیری کاموں میں لگے رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ ملک کی تعمیر میں اہمیت رکھنے والے کام کرتے ہیں۔ درحقیقت حکم دینے والے اتنے بڑے نہیں جتنے بڑے وہ لوگ ہیں جو ان احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

لکھنؤ ۔ ۸/ نومبر۔ اگرچہ اب لکھنؤ میں سکون ہے۔ لیکن فضا میں بے چینی معلوم ہوتی ہے۔ کل طلباء نے فیصلہ کیا کہ یونیورسٹی کے احاطہ میں حالیہ گڑبڑ میں کام آنیوالے طلباء کی یادگار قائم کی جائے۔ دریں اثناء انچارج جنگل کشنر نے طلبہ کو یونینوں کی لازمی رکنیت کا مطالبہ منظور کر لیا ہے۔ لیکن انہوں نے ان ۱۴ طلباء کو یونیورسٹی میں واپس لینے سے انکار کر دیا ہے جنہیں حالیہ گڑبڑ کے دوران یونیورسٹی سے نکالا گیا تھا۔ شہر میں ابھی مسلح پولیس متعین ہے۔ بہرحال آئندہ چند روز میں طلباء کا رویہ واضح ہو جائے گا۔

ناقدین کی اطلاع کے مطابق اب تک کم و بیش ایک ہزار گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں۔ اور ۵۲۵ لاکھ روپے کی سرکاری جائداد کو نقصان پہنچا ہے حکومت گڑبڑ والے علاقوں میں اجتماعی جرمانہ کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔

چنڈی گڑھ ۔ ۸/ نومبر یہاں کانگریس اسمبلی پارٹی کے ممبروں کے جلسہ میں پنڈت نہرو نے کانگریس پارٹی سے پنڈت شرما اور دوسرے باغیوں کے اخراج کا سرسری ذکر کیا انہوں نے کہا کہ پنجابیوں میں تین خصوصیتیں ہیں۔ وہ ضرورت سے زیادہ لمبی چوڑی ہیں ضرورت سے زیادہ بولتے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ خارج شدہ ممبروں نے ہائی کمان کو اپیلیں بھیجی ہیں یا اگر انہوں نے ایسا کیا تھا تو ان کی درخواستوں اور شکایات پر کانگریس کے آئین کے مطابق پوری غیر جانبداری سے غور کر کے ضروری کارروائی کی جائے گی۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ملک اور خصوصاً کانگریس میں سب سے اہم ضرورت ڈسپلن کی ہے پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ ملک بہادر اور جفاکش پنجابیوں پر فخر کرتا ہے۔ لڑائی جھگڑے دوسرے حصوں میں بھی ہیں۔ لیکن اس وقت سب باتوں کو بھول کر تعمیر کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

کراچی ۔ ۸/ نومبر۔ پاکستان بلب تیار کرنے کا ایک کارخانہ پاکستانی اور بین الاقوامی بلب ساز کمپنیوں کے اشتراک سے قائم ہوا ہے۔ اس کارخانہ میں ۸۰ فی صدی سرمایہ پاکستان کے کارخانہ دار اور ۲۰ فی صدی سرمایہ بلب سازوں کی بین الاقوامی فیڈریشن کے ممبران لگائیں گے۔

کراچی ۔ ۸/ نومبر۔ پاکستان میں سوئٹزرلینڈ کے سفارتخانہ نے اعلان کیا ہے کہ برسوں کی کوشش کے بعد سوئٹزرلینڈ کے ایک مشہور گھڑی ساز ادارے نے روشنی سے چلنے والا ایک گھڑی ایجاد کر لیا ہے۔ یہ نئی ایجاد امریکی جوہریوں کی سالانہ کانفرنس میں دکھائی گئی جس پر مسرت اور استعجاب کا اظہار کیا گیا۔ اب بڑے پیمانہ پر روشنی سے چلنے والی گھڑیاں بنائی جائیں گی۔

رنگون ۔ ۷/ نومبر۔ برما کے مشہور کانوں کے علاقہ میں میکو سے ۵۴ میل کے فاصلہ پر تین ہزار کیرٹ وزنی نیلم پایا گیا ہے۔ جس کی قیمت کا اندازہ چھ لاکھ امریکی ڈالر لگایا گیا ہے۔ اس کو خریدنا برما کے کسی آدمی کے بس کا نہیں ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ ایک امریکی لکھ پتی اس کو خریدے گا۔ جس آدمی کے پاس اس علاقہ کی کانوں کا پٹہ ہے اس نے نیلم پر اپنی ملکیت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

دلی ۔ ۸/ نومبر۔ سنیچر کے دن دلی سے کابل وقندھار کے لئے انڈین ایئر لائن سروس کا افتتاح کر دیا گیا۔ کل ایک ڈکوٹہ طیارہ صفدر جنگ کے ہوائی اڈے سے افغانستان کے لئے روانہ ہو گیا۔ قندھار پہنچنے سے پہلے ایک ہفتہ وار سروس امرتسر لاہور کابل جایا کرے گی۔ یاد رہے کہ ۵/ اکتوبر کو اس راستہ پر ایک تجرباتی پرواز کی جا چکی ہے۔

دلی ۔ ۷/ نومبر وزارت دفاع ہندوستان میں ٹینک اور ایروانجن بنانے کے کارخانے قائم کرنے کا منصوبہ تیار کر رہی ہے۔ جہاں تک ٹینک تیار کرنے کا تعلق ہے وزارت دفاع مختلف ٹینک ساز کمپنیوں سے اس سلسلہ میں بات چیت کر رہی ہے۔ جس میں کافی پیشرفت ہوئی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ سال کے وسط تک درمیانہ درجے کے ٹینک تیار کرنے کے منصوبہ پر عمل شروع ہو جائے گا۔ لیکن ایروانجن تیار کرنے کی تجویز سے متعلق مذاکرات نے ابھی کوئی قطعی شکل اختیار نہیں کی ہے۔

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہر جماعت میں ۲۰ نومبر کو منعقد کیا جائے

جملہ جماعت ہائے ہندوستان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۲۰ نومبر بروز جمعہ جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تاریخ مقرر کی جا چکی ہے تمام جماعتوں کو ابھی سے اس کی تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ اس مبارک تقریب پر سیدنا و مولانا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ اور بعد انعقاد جلسہ مرکزی دفتر میں اس کی مفصل رپورٹ بھجوائی جائے۔

احباب کی سہولت کے لئے ذیل میں عنوانات درج کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے مناسب عنوان منتخب کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) حضورؐ کی قوت قدسی (۲) حضورؐ کا اپنی بیویوں بچوں اور خویش و اقارب سے سلوک (۳) غیر مسلموں سے سلوک (۴) دنیا میں قیام امن کے لئے حضورؐ کا اسوۂ حسنہ اور تعلیم۔ (۵) حضورؐ کے اخلاق عالیہ (۶) حضورؐ کی یتیم پروری کے متعلق ارشادات عالیہ (۷) حضورؐ کی غریب پروری اور غیروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت (۸) حضورؐ کی بے نظیر اصلاح (۹) مشکلات میں حضورؐ کا صبر و تحمل اور بردباری (۱۰) آپؐ کا رحمۃ للعالمین ہونا۔ (۱۱) حضورؐ کی بعثت سے دنیا میں کیا انقلاب پیدا ہوا؟ (۱۲) عورتوں پر حضورؐ کے احسانات۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

جلسہ سالانہ پر آنے والے حضرات مطلع رہیں

جلسہ سالانہ کے مبارک ایام قریب سے قریب تر آ رہے ہیں۔ اس موقعہ پر زیادہ سے زیادہ اصحاب کو شریک جلسہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے اہل و عیال سمیت تشریف لانیوالے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ افسر صاحب جلسہ سالانہ قادیان کو جلد از جلد مطلع کر دیں تاکہ مناسب حال با پردہ رہائش کا انتظام کر سکیں۔ اور بعد میں کسی وقت کا سامنا نہ ہو۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

رسالہ
محامد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نے اپنے محبوب آقا اور مطاع کے ساتھ عشق و محبت کا مفصل ذکر اپنی مختلف تصانیف میں سینکڑوں مقامات میں فرمایا ہے۔ بطور نمونہ چند حوالے اس مختصر رسالہ میں درج کئے گئے ہیں۔ جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق پر اعتراض کرنے والوں کے لئے ایک عملی جواب ہے۔ اور طالب حق اور منصف مزاج خدا ترس انسان کے لئے صحیح فیصلہ تک پہنچنے کا مفید ذریعہ ہے۔

قیمت فی نسخہ ۶/ آنے

نوٹ:۔ طالبین حق پتہ ذیل پر کارڈ لکھ کر مفت طلب کریں

ناظر دعوۃ و تبلیغ سلسلہ احمدیہ قادیان